اسلام اور سائنس کے حدود

مصنف

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون مرحوم ایم۔اے، پی ایچ۔ڈی۔ (کیمبرج۔برطانیہ)

مترجم

ابوالرضا گلزار حسین قادری (لاہور، پاکستان)

ناشر

رضا اکیڈمی انٹرنیشنل اسٹاکپورٹ (برطانیہ)

مصنف

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون (مرحوم)
ایم، اے۔ پی ایچ، ڈی (کیمبرج) برطانیہ

مترجم

ابوالرضا گلزار حسین قادری رضوی لاہور (پاکستان)
ایم، اے (اسلامیات) ایل، ایل، بی

ناشر

رضا اکیڈمی انٹرنیشنل
اسٹاکپورٹ، برطانیہ

رضا اکیڈمی پبلی کیشنز 2006ء

نام کتاب: اسلام اور سائنس کے حدود

مصنف: ڈاکٹر محمد ہارون (مرحوم) ایم،اے۔پی ایچ،ڈی (کیمبرج، برطانیہ)

مترجم: ابوالرضا گلزار حسین قادری رضوی، لاہور (پاکستان)

مرتب: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی بریلی شریف (بھارت)

کمپوزنگ: عتیق احمد حشمتی عرف شجاع ملک

RAZA ACADEMY (INTERNATIONAL)
138 Northgate Road. Edgeley, Stockport
SK3 9NL(England).
Phone:0161-4771595,
Phone/Fax: 0161-2311390
E-mail: islamictimes@aol.com

Distributor in India

(2) Dr. A. Naim Azizi. 104, Jasoli, Bareilly,
U.P. India

Distributor in Pakistan

Jamia Nizamia Razvia inside Loharigate
Lahore (Pak)

روحانی سرپرستی اور حمایت کی گھنی چھاؤں

زیر نظر کتاب **اسلام اور سائنس کے حدود** (اردو ترجمہ)

☆ شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضرت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب نوری، بریلوی

☆ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور حضرت حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے فیضان کرم اور روحانی سرپرستی ______ نیز

☆ پیر طریقت حضرت مولانا سبحان رضا خاں سبحانی میاں سجادہ نشین آستانۂ عالیہ رضویہ بریلی شریف

☆ حضرت مفتی سید ابوالکمال صاحب قادری نوشاہی

☆ ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب

☆ حضرت مفتی عبدالمصطفیٰ ابن حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب ہزاروی

☆ ڈاکٹر خضر حیات صاحب نوشاہی

☆ چوہدری محمد صابر ☆ الحاج صابر حسین ☆ جناب محمد صادق صاحبان کی حمایت اور دعاؤں کی گھنی چھاؤں میں منظر عام پر آسکی۔

الحاج محمد الیاس قادری
بانی وچیئرمین رضا اکیڈمی
اسٹاکپورٹ (برطانیہ)

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون

ایک تعارف

الحاج محمد الیاس کشمیری
بانی و چیئرمین رضا اکیڈمی، برطانیہ

آج دنیائے مغرب میں جس طرح حکومت کی سرپرستی اور پیپر والیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ اسلام مخالف پروپیگنڈہ ہو رہا ہے اور مسلمانوں کی جس طرح کردار کشی کی جا رہی ہے اس کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ عام لوگوں کا رجحان اسلام دشمنی ہوتا مگر ان کے پروپیگنڈے کی شدت کے ساتھ ساتھ عام آدمی اسلام کی طرف راغب ہو رہا ہے اور دن بدن اسلام کی ترویج و ترقی میں تیزی آرہی ہے۔ لاریب یہ فضل ربی ہے!

اس وقت صرف برطانیہ میں 40 لاکھ سے اوپر مسلمان رہتے ہیں جن میں لگ بھگ 50,000 مسلمان انگریز نومسلم ہیں اور یہاں 7000 سے زیادہ مساجد ہیں۔ نومسلم انگریزوں میں ہر طبقہ خیال کے لوگ شامل ہیں۔ امیر و غریب، عام پڑھے لکھے و اعلیٰ تعلیم یافتہ، ڈاکٹرز، پروفیسرز، ماہرین تعلیم، سیاستداں، دانش ور اور محقق سبھی طرح کے لوگ شامل ہیں۔ ان دانش وروں اور محققین میں عزت مآب پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کی مقبولیت کی ایک خاص وجہ ہے جسے جاننے کے لئے ان کی کتاب "Why I accepted Islam?" (یعنی میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟) کا مطالعہ ضروری ہے۔

انہوں نے 1988ء میں اسلام قبول کیا اور اس کتاب میں اپنے قبول کرنے کی وجوہات بیان کی ہیں۔

ڈاکٹر محمد ہارون جیسے دانش ور اور عبقری کا دائرہ اسلام میں آنا حقانیت اسلام کے ایک زندہ معجزے کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ مجھ سے زیادہ قریب انہیں شاید ہی کسی نے دیکھا ہو۔ ان سے اسلام، اہل سنت اور مجدد اسلام امام احمد رضا قدس سرہ پر جو کام اس احقر نے کرایا، اگر وہ اس سے نہ ملتے تو یہ علمی و تحقیقی اور تبلیغی کام شاید کبھی نہ کر سکتے۔ میری ان سے پہلی ملاقات ان کے قبول اسلام کے ایک سال بعد ہوئی۔ اس وقت شیطان رشدی نے اپنی ناپاک کتاب لکھی تھی۔ راقم نے اس کتاب کے رد میں ایک کتاب لکھی جو اسقدر مقبول ہوئی کہ دو ماہ میں اسکے دو ایڈیشن شائع کرنے پڑے۔ ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مجھ کو لکھا کہ اگر آپ کو کسی قسم کے تعاون کی ضرورت ہو تو مجھ سے رابطہ کریں۔

ایک دن راقم کو پروفیسر آصف حسین صاحب ڈاکٹر ہارون صاحب کے گھر لے گئے۔ راقم کو دعوت تو نہیں تھی لہٰذا آصف صاحب کو چھوڑ کر راقم نیچے کار میں بیٹھا رہا۔ جب ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کو میری بابت معلوم ہوا تو باہر آ کر مجھے اندر آنے کی دعوت دی۔ انہوں نے میری قائم کردہ ''رضا اکیڈمی'' اور انگریزی ماہنامہ ''دی اسلامک ٹائمز'' کے بارے میں گفتگو کی اور بتایا کہ وہ یہ ماہنامہ پڑھتے ہیں اور اسے انہوں نے بہت مفید پایا۔ میں نے ان سے اس میں لکھنے کی فرمائش کی جسے انہوں نے قبول کیا۔ میں نے ان سے اسلام پر لکھی گئی انکی تحریریں بھی عنایت فرمانے کی گزارش کی۔

ایک ماہ کے بعد میں نے پروفیسر صاحب کو اپنے گھر پر کھانے کی دعوت دی۔ وہ وقت پر تشریف لائے اور کھانے کے بعد مختلف موضوعات پر تبادلۂ خیال رہا۔ میں نے ان کو اسلام اور اہلسنت کے لئے امام احمد رضا کی تحریکات اور پیش

قیمت علمی خدمات کے بارے میں بتایا تو وہ یہ سن کر حیرت زدہ ہو گئے اور افسوس کرنے لگے کہ آخر انہوں نے امام احمد رضا کو کیوں نہیں پڑھا؟ میں نے رضا اکیڈمی برطانیہ سے شائع کئے گئے امام احمد رضا کے ''ترجمہُ قرآن''، ''سلام رضا'' کا منظوم ترجمہ اور ''الدولۃ المکیۃ'' انہیں انگریزی میں دئے۔

میری ہی فرمائش پر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے اپنے قبول اسلام کی بابت کتاب " Why i accepted Islam? " لکھی جسے رضا اکیڈمی نے شائع کی۔ کتاب مسلمانوں کے ہر طبقہ اور نو مسلموں میں بھی بہت مقبول ہوئی اور کتنے انگریز اس کتاب کو پڑھ کر کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکل کر اسلام کے نوری دائرہ میں داخل ہو گئے۔ اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

محترم غلام مرتضٰی سعید سابق صدر انجمن طلبہُ اسلام پاکستان (A-T-I) نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا جسے راقم نے شائع کیا اور یہ بریلی شریف (بھارت) سے بھی شائع ہوئی۔ عصر حاضر میں یہ کتاب اسلام کا سب سے عمدہ اور علمی تعارف ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب میں جن موضوعات کو اپنے اسلام قبول کرنے کے لئے زیر قلم کیا وہ یہ ہیں۔

(۱) تعارف (۲) ذاتی وجوہات (۳) سیاسی وجوہات (۴) دانشورانہ وجوہات (۵) اسلام ہمیشہ رہے گا (۶) اخلاقی وجوہات (۷) اسلام کی حقانیت (۸) نتیجہ۔

جب کوئی جدید ذہن ان عنوانات ہی کو ایک نظر دیکھتا ہے تو وہ دنگ رہ جاتا ہے اور عش عش کہہ اٹھتا ہے کہ اس انسان کے پاس کوئی خاص انعام خداوندی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کا مطالعہ انتہائی وسیع تھا اور یادداشت بلا کی تھی۔ وہ 600 صفحات کی کتاب ایک گھنٹہ میں پڑھ لیتے اور ان کو یاد بھی رہتا کہ کون سا واقعہ یا بات کس صفحہ پر ہے۔ یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا۔ انہوں نے اس فضل خداوندی کا اظہار اپنے قلم سے خوب کیا۔ مشکل سے مشکل

موضوعات پر انہوں نے لکھا اور لکھنے کا حق ادا کر دیا۔ انگریزی ان کی مادری زبان تھی مگر پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کا یہ خاص کمال تھا کہ وہ بہت ہی آسان زبان میں مشکل سے مشکل بات کر سکتے تھے اور لکھ بھی سکتے تھے۔ ان کی تحریروں کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ نہایت آسان سلیس زبان میں ہیں۔

میں نے ان سے امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر لکھنے کے لئے عرض کیا، انہوں نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ایک تحقیقی مقالہ "امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی عالمی اہمیت" (World Importance of Imam Ahmad Raza) کے نام سے لکھا۔ اس تحقیقی اور جامع مقالہ میں ڈاکٹر ہارون نے تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر اس سے بہتر شاید ہی کسی نے اس طرح گہرائی و گیرائی، علمی، تحقیقی انداز میں لکھا ہوگا۔ احقر نے اس مقالہ کو "ماہنامہ دی اسلامک ٹائمز" میں شائع کیا پھر اس کو کتاب کی شکل میں طبع کرایا پھر اس کا ترجمہ ڈاکٹر ظفر اقبال نوری صاحب سابق صدر انجمن طلباء اسلام پاکستان نے احقر کی فرمائش پر کیا۔ نیز یہی ترجمہ میں نے اشاعت کے لئے ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف روانہ کیا اور شائع ہوا۔ یہ ترجمہ کراچی، لاہور اور دیگر جگہوں سے بھی شائع ہوا مگر کسی بندہ خدا نے یہ زحمت گوارہ نہ کی کہ جستجو کی جائے کہ مترجم کون ہے؟

یہ مقالہ شائع ہوتا رہا اسے خوب پسند کیا گیا، اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ ایسا عظیم کام مجھ سے ادنیٰ کے ہاتھوں کیوں ہوا؟ بعض حضرات نے اپنی تحقیق (گھر بیٹھے) سے لکھ دیا کہ ڈاکٹر محمد ہارون نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتابیں پڑھ کر اسلام قبول کیا لیکن حقیقت سے اس کا ذرہ برابر تعلق نہیں۔ 1988ء تک کتنی کتابیں امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی انگریزی میں چھپی تھیں۔ کیا ان بزرگوں میں کوئی بتا سکتا ہے؟ شاید اس سے ہمارے علم میں اضافہ ہو۔

میں ڈاکٹر محمد ہارون سے مسلسل اصرار کرتا رہتا کہ امام احمد رضا خان رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ پر وہ مزید لکھیں مگر وہ کہتے کہ مجھ کو اصل کتابیں انگریزی میں دو کہ امام صاحب نے کیا لکھا ہے یا کوئی خاص اشارہ کسی خاص موضوع پر کیا ہو۔

بہر حال میں نے امام احمد رضا کے ایک رسالے ''تدبیر فلاح ونجات واصلاح'' کا ترجمہ ایک ساتھی ڈاکٹر محمد رضا سے کرایا جس میں امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے چار نکات لکھے ہیں۔ یہ ترجمہ جب تیار ہوا تو ڈاکٹر صاحب نے اس کو بہترین اور معیاری انگریزی میں احقر کے تعاون سے ایڈیٹ کیا اور پہلے دو نکات پر پانچ جامع تحقیقی مقالات لکھے۔ اس موضوع پر اس سے پہلے اتنے مفصل علمی گہرائی اور گیرائی سے کسی بھی اہل علم وقلم نے نہیں لکھا۔ ہم نے ان مقالات کو ماہنامہ اسلامک ٹائمز میں پانچ اقساط میں شائع کیا اور پھر پانچ مقالات کتاب بنا کر انگریزی میں شائع کیا۔ خدا بھلا کرے ڈاکٹر مولانا عبدالنعیم عزیزی صاحب بریلی شریف (بھارت) کا جنہوں نے خود ہی ان مقالات کو اردو میں ترجمہ کر دیا جو ہم نے کتابی صورت میں شائع کر دیے۔ پاکستان میں بھی کراچی ولاہور سے یہ مقالات شائع ہوئے۔

اس دوران ہم کوشش کرتے رہے کہ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتابوں کے انگریزی تراجم مزید شائع کریں۔ ہماری تحریک پر تراجم ہم کو ملنے لگے۔ اگرچہ ترجمے بہت ہی کمزور اور پرانی انگریزی میں تھے ان کو ہم نے خوب محنت کے ساتھ ایسا تیار کیا کہ اگر امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی یہ کتب انگریزی میں ہوتیں تو یقیناً بالکل ایسی ہی ہوتیں۔ ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے ایڈیٹنگ کا کام کیا۔ میں ان کی مدد کرتا کیوں کہ میں اردو جانتا تھا، وہ اردو نہیں جانتے تھے، اس طرح ہم دونوں مل کر یہ کام کرتے رہے اور ترجمے تیار ہو کر چھپنے لگے۔ یہ تراجم بشیر حسین ناظم صاحب، ڈاکٹر مولانا عبدالنعیم عزیزی صاحب، ڈاکٹر مطلوب حسین صاحب، ڈاکٹر محمد رضا صاحب، پروفیسر غیاث الدین قریشی صاحب، ڈاکٹر محمد جونیجو صاحب، محمد افضل حبیب صاحب اور طاہر ستار صاحب نے کیے۔

یہ سلسلہ آہستہ آہستہ مزید آگے بڑھنے لگا۔ دوسرے اہل علم نے بھی تراجم کیے۔

اس عرصہ میں پروفیسر غیاث الدین قریشی صاحب نے ''تمہید ایمان'' کا ترجمہ کیا۔ پروفیسر صاحب کی انگریزی اچھے معیار کی تھی مگر آسان نہیں تھی۔ ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے ان کی انگریزی کو نہایت آسان اور اعلیٰ معیار کا بنایا۔ احقر کے بار بار اصرار پر پروفیسر غیاث الدین قریشی صاحب مرحوم نے ''حدائق بخشش'' کی نعتوں کا منظوم انگریزی ترجمہ شروع کیا اور یہ تراجم بہت پسند کیے گئے اور ہمارے ادارہ نے انہیں کتابی صورت میں تیار کر شائع کیا۔

ڈاکٹر محمد ہارون صاحب اس پر نظر ثانی کرتے اور کئی بار ایسا ہوا کہ ڈاکٹر صاحب مجھ سے پوچھتے یا اگر پروفیسر غیاث الدین قریشی صاحب ہوتے تو ان سے پوچھتے کہ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اتنا اعلیٰ پائے کا کلام ہے یا قریشی صاحب اس کو اعلیٰ بنا کر ترجمہ کر رہے ہیں تو میں اور قریشی صاحب انہیں بتاتے کہ یہ تراجم امام کے کلام کے سامنے کچھ بھی نہیں اور قریشی صاحب فرمادیتے کہ میرا ترجمہ اصل کلام کے مقابلے میں 80% ہے اور ڈاکٹر صاحب کہتے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی شان ایسی ہی تھی کہ ان کا کلام اعلیٰ پایہ کا ہونا چاہئے۔ اور جب دوسرے تراجم ڈاکٹر ہارون نے ایڈٹ کیے تو وہ سمجھنے لگے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ اس مقام کے لائق ہیں اور گزشتہ دور کے بزرگوں کے جانشین کی شان ایسی ہی ہونی چاہئے کہ ان کے کلام نظم ونثر اعلیٰ معیار کے ہوں۔

ہم نے کوشش کی کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے ''دس تعلیمی نکات'' ترجمہ کروا کر ڈاکٹر صاحب کو دیں تاکہ وہ اس موضوع پر بھی لکھیں جیسا وہ پہلے دوسرے موضوعات پر لکھ چکے ہیں۔ یہ کام محترم محمد افضل صاحب نے بخوبی انجام دیا۔ اور پھر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے اس موضوع پر بھی اعلیٰ معیار کے دو علمی اور تحقیقی مقالات لکھے اور لکھنے کا حق ادا کر دیا۔ ڈاکٹر محمد ہارون ایک بین الاقوامی دانشور تھے اور جو کچھ وہ لکھتے وہ بین الاقوامی معیار کا ہوتا اور اتنی گیرائی و

گہرائی ۔ سے امام احمد رضا علیہ الرحمہ پر پہلے کسی نے نہیں لکھا۔ یہ ڈاکٹر محمد ہارون کے مقدر میں تھا کہ نو مسلم ہو کر بھی انہوں نے وہ کام کیا جو برصغیر پاک و ہند کے سنی اسکالرز کو کرنا چاہئے تھا مگر یہ ان کے مقدر میں تھا اور انہوں نے کر دیا۔ اور اس علمی انداز میں کیا کہ ان کی خدمات کی جتنی بھی ستائش کی جائے کم ہے۔ ایسے فکر و نظر والا دانشور اس صدی میں شاید ہی ہوا ہو۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب نے بے شمار مقالات لکھے اور وہ تمام مقالات اس قابل ہیں کہ ان کو کتاب بنا کر شائع کیا جائے اور جلد ایسا ہوگا انشاء اللہ العزیز۔

ڈاکٹر صاحب کی زندگی میں ان کی 20 کتابیں شائع ہوئیں نیز انہوں نے قرآن پاک کا ترجمہ بہت ہی اعلیٰ معیاری انگریزی میں کیا اور تفسیر قرآن پر بھی انہوں نے کام شروع کیا اور آخری پانچ پاروں کی تفسیر لکھی۔

ان کی جو کتابیں شائع ہوئیں ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

(۱) میلاد النبی ﷺ (۲) غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳) اسلامی سزائیں (۴) اسلامی ریاست (۵) اسلامی معاشرہ کا قیام (۶) اسلام اور شراب (۷) اسلام میں عورت کا مقام (۹،۸) بنیاد پرستی دو حصے (۱۰) میں مسلمان کیوں ہو (۱۱) قادیانی سے مسلمان خبردار رہیں (۱۲) حزب التحریر سے مسلمان خبردار رہیں (۱۳) عصمت انبیاء (۱۴) امام احمد رضا کی عالمی اہمیت (۱۵) سائنس کے حدود (۱۶) قرآن آخری کلام الٰہی (۱۷) امام احمد رضا کا عالمی منصوبہ (۱۸) سورۂ یٰسین کا ترجمہ اور تفسیر (۱۹) اسلام اور اللہ کی حاکمیت اعلیٰ (۲۰) امام احمد رضا کی 1912ء کی پالیسی۔

یہ حقیقت ہے کہ ڈاکٹر محمد ہارون ایک سچے مسلمان تھے۔ انہوں نے اسلام کے لیے اپنی مختصر زندگی میں جو اعلیٰ اور معیاری کام کیا یہ کام ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا تھا ورنہ بڑے بڑے اس کا عشر عشیر بھی نہیں کر سکتے۔ ڈاکٹر محمد ہارون صاحب قبول اسلام کے روز اول ہی سے ایسے نہیں تھے مگر ان کو اس راستے

پر پوری طرح گامزن کرنے میں احقر کا بڑا عمل دخل ہے اور اگر میری ان سے ملاقات نہ ہوئی ہوتی تو شاید وہ اتنا کام نہ کر پاتے جتنا انھوں نے کیا ہے۔ الحمد اللہ ذالک!

نومسلم برطانوی مسلمان پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب جہاں ایک بڑے بین الاقوامی اسکالر اور صاحب علم وفضل تھے اتنے ہی وہ مخلص، سادہ اور معمولی اور عام زندگی بسر کرتے تھے۔ سنت رسول ﷺ کے مطابق زمین پر بیٹھنے کو ترجیح دیتے اور بات بات میں رسول رحمت ﷺ کی احادیث، صحابہ اور بزرگان ملت کے اقوال کا حوالہ دیتے اور عمل بھی کرتے اور دوسروں کو بھی عمل کی تلقین کرتے نیز تحریروں میں جو کچھ لکھتے وہ دل سے ہوتا، پہلے وہ اس پر خود عمل کرتے پھر دوسروں سے بھی امید کرتے کہ وہ عمل کریں اور دنیا و آخرت دونوں کو سنوار لیں۔

میں نے زندگی میں بہت بڑے بڑے عالم، اسکالرز، پروفیسرز، ڈاکٹرز اور دانشور دیکھے ان سے بات چیت ہوئی، ان کی تقریریں سنیں، ان کی کتابیں پڑھیں مگر ان میں وہ بات نہیں جو ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کی باتوں، تقریروں اور تحریروں میں ہے۔ یہ صرف میرا ہی تاثر نہیں ہے بلکہ یہ ہر فرد کا تاثر ہے جس نے ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کو دیکھا، سنا، پڑھا ہوگا۔ میں نے خود جو دن ان کے ساتھ بسر کیے اور علمی و دینی کام کیے ان کی علمی معاونت سے ممکن ہوا اور مجھ سے زیادہ وقت ان کے قریب کسی نے نہ بسر کیا ہوگا اس دوران میں میں نے ان سے بہت زیادہ سیکھا ہے اور اب وہ عملی زندگی میں کام آرہا ہے الحمد اللہ! ہمارے مذہبی رہنماؤں نے ان کو اپنے قریب آنے دیا اور نہ ان کے قریب گئے اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ ان بزرگوں میں کسی علمی کام کرنے یا کروانے کی نہ ہی حیثیت تھی اور نہ ہی جذبہ۔ کاش ہمارے بزرگان عظام اور علمائے کرام اس طرف توجہ دیں اور اس طرح سنی عوام اور مذہب کو جو فائدہ اور استحکام ہوگا وہ تخیل سے بھی بلند ہے۔

☆☆☆

رضا اکیڈمی انٹر نیشنل

☆ تعارف و خدمات ☆

ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی، بریلی شریف

جب کوئی مرد خدا خلوص نیت کے ساتھ دین وملت کی خدمات جلیلہ کے لئے قدم اٹھاتا ہے تو فضل الٰہی اور رحمت رسالت پناہی ہر قدم پر اس کا ساتھ دیتی ہیں اور وہ راستے میں حائل بڑی سے بڑی چٹان کو ایک تودہ کی مانند ٹھوکروں سے اڑاتا ہوا، پتھروں کو خس وخاشاک کی طرح بہاتا ہوا منزل کی جانب بڑھتا رہتا ہے اور کامیابیاں اس کے قدم چومتی رہتی ہیں۔

ایسے ہی ایک بندۂ خدا محترم الیاس قادری صاحب کشمیری نے بے سروسامانی کے عالم میں 23/ اگست 1979ء کو اسٹاکپورٹ، برطانیہ میں 14/ ویں صدی ہجری کے مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی حیات اور دینی تجدیدی، علمی ودیگر تقدیسی کارناموں سے عالم اسلام اور عالم انسانیت کو روشناس کرانے کے لئے "رضا اکیڈمی انٹرنیشل" کی بنیاد رکھی۔

محترم کشمیری صاحب جانب منزل اکیلے ہی چلے تھے، ان کے جذبہ کے خلوص اور عزم مصمم کو دیکھتے ہوئے انکا ساتھ دینے کے لئے دردمندان ملت اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر ایک کارواں بن گیا۔

دردمندان ملت کا کارواں

رضا اکیڈمی کے ابتدائی عہدیدار

(۱) حضرت علامہ مولانا پیر سید ابو الکمال برق نوشاہی قادری (سرپرست اعلیٰ) (۲) جناب پروفیسر حنیف اختر فاطمی (صدر) (۳) جناب پروفیسر غیاث

الدین قریشی (نائب صدر) (۴) جناب محمد الیاس کشمیری (بانی و جنرل سیکریٹری) (۵) پیر سید معروف حسین (بریڈ فورڈ) (۶) جناب محمد خطاب (خزانچی) (۷) پروفیسر محمد آصف حسین۔

اشاعتی کاموں کی ابتداء

1979ء میں پروفیسر غیاث الدین قریشی کا ''سلام رضا'' کا منظوم انگریزی ترجمہ شائع ہوا۔ 1980ء میں امام احمد رضا کی تصنیف ''الدولۃ المکیۃ'' پر پروفیسر حنیف اختر فاطمی کا انگریزی میں طویل تحقیقی مقالہ شائع ہوا۔ 1981ء میں حضور ﷺ کی حیات مقدسہ پر دو انگریزی کتابیں شائع ہوئیں۔ 1983ء میں امام احمد رضا کے اردو ترجمہ قرآن ''کنزالایمان'' کا انگریزی ترجمہ جسے پروفیسر حنیف اختر فاطمی نے ''ورلڈ اسلامک مشن'' کے لئے کیا تھا لیکن وہ چھپا نہیں پائے تھے اسے رضا اکیڈمی نے 1984ء میں شائع کیا۔ شیطان رشدی کے رد میں 1988ء میں الحاج محمد الیاس صاحب اور پروفیسر آصف حسین صاحب نے "Western politics & Satanic verses" نام کی معرکۃ الآرا کتاب لکھی جو بہت ہی مقبول ہوئی اور ایک سال کے اندر اس کے 3 ایڈیشن شائع ہوئے۔

ایک اور انقلابی قدم: دی اسلامک ٹائمز کا اجراء

1985ء میں الحاج محمد الیاس صاحب قادری نے ایک انگریزی ماہنامہ ''دی اسلامک ٹائمز'' کا اجراء کیا۔ یہ رسالہ 2005ء میں اپنا بیس سالہ کامیاب سفر طے کرنے کے بعد 21ویں سالہ منزل کی طرف خوش اسلوبی سے گامزن ہے۔ شروع سے اب تک اس رسالہ کے لکھنے والوں میں مندرجہ ذیل اسماء قابل ذکر ہیں۔

ڈاکٹر حنیف اختر فاطمی، پروفیسر غیاث الدین قریشی، برطانوی نومسلم ڈاکٹر محمد ہارون، محمد ارشد چوہان، محمد خطاب، محمد افضل حبیب، ڈاکٹر محمد اسلم جونیجو،

پروفیسر آصف حسین، پروفیسر محمد مسعود احمد (کراچی)، محمد طاہر خاں اور راقم ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (بریلی شریف) صاحبان، نیز نومسلمہ امینہ براکا صاحبہ، نومسلمہ محترمہ مریم اور بہت سے نئے قلمکاروں کے تعاون شامل ہیں۔

رضا اکیڈمی کے قلمی معاونین

مندرجہ بالا صاحبان علم وقلم کے علاوہ رضا اکیڈمی کے قلمی معاونین میں حسب ذیل اسماء بھی قابل ذکر ہیں:

جناب بشیر حسین ناظم، جناب غلام مرتضیٰ سعیدی، مولانا محمد اسماعیل، مولانا گلزار حسین قادری، جناب محمد ضیاء وغیرہم۔ یہ حضرات رضا اکیڈمی کے موجودہ ممبران میں بھی شامل ہیں۔

اسلامک ٹائمز (اردو)

رضا اکیڈمی انٹرنیشنل کے بانی وچیئر مین الحاج پیر محمد الیاس کشمیری صاحب نے بریلی شریف، انڈیا سے راقم ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کی نگرانی اور ادارت میں اردو ''اسلامک ٹائمز'' بھی جاری کرایا جو لگ بھگ 2 سال تک خوش اسلوبی کے ساتھ جاری رہا لیکن بعد میں قانونی وجوہ سے اسے بند کرنا پڑا۔

رضا اکیڈمی کی سلور جبلی

1904ء میں ''رضا اکیڈمی'' نے اپنا 25 سالہ کامیاب تحقیقی واشاعتی سفر طے کرنے پر ''سلور جبلی'' منائی اور اس موقع پر انگریزی واردو میں دسیوں کتابیں طبع ہو کر منظر عام پر آئیں۔ برطانیہ ودیگر مغربی ممالک اور برصغیر ہندو پاک کے مشاہیر علماء ومشائخ اور صاحبان علم وقلم نے خراج تحسین پیش کیے اور محترم حافظ محمد وسیم قادری (لاہور، پاکستان) نے ایک کتابچہ ''رضا اکیڈمی انٹرنیشنل تعارف و خدامات'' لکھ کر شائع کیا۔

رضا اکیڈمی کی خاص مطبوعات

رضا اکیڈمی انٹرنیشنل نے اب تک اپنے 27,26 سالہ اشاعتی سفر میں

اسلامیات ودینیات اور رضویات پر انگریزی اور اردو میں تقریباً 200 کتابیں شائع کی ہیں۔ بیشتر انگریزی تصنیفات وتالیفات کے اردو تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں۔ خود اکیڈمی کے بانی وچیئر مین الحاج پیر محمد الیاس صاحب قادری مدظلہ کی بھی کئی تصانیف شامل ہیں۔ سب سے زیادہ تحریری کام ڈاکٹر محمد ہارون مرحوم کا ہے۔ راقم عبد النعیم عزیزی کے 3 اردو تراجم اور 13 انگریزی تراجم (تصانیف رضا کے) رضا اکیڈمی نے شائع کئے ہیں۔ ادارہ کی چند خاص کتابیں اس طرح ہیں:

قرآن مجید (کنز الایمان) کا انگریزی ترجمہ، میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟ سنی راستہ، امام احمد رضا کی عالمی اہمیت، امام احمد رضا کا عالمی منصوبہ، امام احمد رضا کو خراج عقیدت، امام احمد رضا اور برطانوی نو مسلم، اسلام اور عورت، حزب التحریر کے متعلق وارننگ، فتاویٰ الحرمین، اسلامی بنیادی عقائد، حسام الحرمین، سچائی کی تلاش، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت، بچوں کا اسلام، وغیرہا۔

(نوٹ: طوالت کے خوف سے کتابوں کے انگریزی نام نہیں لکھے گئے ہیں)

پیر محمد الیاس صاحب کا حوصلۂ بلند

گو الحاج پیر محمد الیاس صاحب قادری کے خاص رفقاء میں ڈاکٹر حنیف اختر فاطمی، پروفیسر غیاث الدین قریشی، ڈاکٹر محمد ہارون، پروفیسر محمد یوسف (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم)، ان حضرات کا ایک ایک کر کے اٹھ جانا الحاج محمد الیاس صاحب کے لئے ایک عظیم حادثہ تھا مگر مصائب وآلام نے ان کی لگن کو اور تیز کر دیا۔

آلام روزگار کو آساں بنا دیا
جو غم تھا اسے غم جاناں بنا دیا

الحاج محمد الیاس صاحب اپنی منزل کی جانب بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے صاحبزادگان کو بھی اس اہم دینی وملی خدمات میں لگا لیا ہے۔ ان کا یہی

عالم ہے۔

برق گرتی ہی رہی طوفاں مچلتے ہی رہے
چلنے والے بھی بلا کے تھے کہ چلتے ہی رہے

محمد الیاس صاحب کی قربانیاں لائق تحسین ہیں۔رب کائنات انہیں دونوں جہان کی سرخروئی عطا کرے، ان کو اور ان کے خاندان کو سرسبز وشاداب رکھے۔آمین! بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

2006، کی یہ مطبوعات بھی

اس سچائی کے مظہر ہیں۔

اہل مغرب کی اسلام اور مسلم دشمنی سے ہر ذی شعور مسلمان خوب واقف ہے۔ برطانیہ جیسے ملک میں دین وسنیت کی ترویج واشاعت اور غلبۂ اسلام کا کارنامہ انجام دینا کس قدر دشوار اور خطرہ سے پر ہے، یہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ایسے عالم میں ''رضا اکیڈمی'' کی دینی وملی خدمات یقیناً لائق ستائش ہیں اور اس ادارہ کی قلمی، علمی، اور مالی معاونت ہر مخیّر اور دردمند سنی مسلمان کا ملی فریضہ ہے۔

مخیرین قوم مندرجہ ذیل پتوں پر رابطہ کرسکتے ھیں:

(1) Alhaj M. Ilyas Kashmiri
138; Northgate Road. Edgeley, Stockport SK3 9N
(England).
Phone: 0161-4771595,
Phone/Fax: 0161-2311390
(2) Dr. A. Naim Azizi
104, Jasoli, Bareilly, U.P. India
Phone: 0581-2476775

خوشاں ایں مجلس احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

رضا اکیڈمی برطانیہ کے قیام کے دن الحاج محمد الیاس نوشاہی قادری صاحب نے ایک روحانی محفل مجلس رضا کا اہتمام کیا جس کی صدارت حضرت پیر سید ابولکمال برق نوشاہی صاحب نے فرمائی۔ جس میں ڈاکٹر حنیف اختر فاطمی مرحوم اور پروفیسر غیاث الدین صاحب قریشی مرحوم نے بھی شرکت فرمائی۔ پیر صاحب موصوف نے حسب ذیل فارسی نظم فی البدیہہ پیش کی۔

خوشا ایں مجلس احمد رضا خاں — بعالم او مجدد دین مشہور
فقیہ اہل سنت قطب عالم — امام احمد رضا بد مرد مغفور
بانگلستاں بنا بنہاد الیاس — بخطۂ مانچسٹر محفل نور
بانگلش ترجمہ دولت مکتبہ — زفکر فاطمی باشد چوں مسطور
دیار غرب خواہد گشت روشن — زفیض اعلیٰ حضرت مست و مخمور
غیاث الدیں قریشی واقف راز — بہ ملفوظش دماغش گشت معمور
زہے ایں مجلس ارباب دانش — کہ تریاق ست بہر قلب رنجور
زتحریر غیاث الدین قریشی — ہمہ اہل مجالس شاد و مسرور
زبرق نوشہی ہر دم دعائے — خدایا محنت الیاس منظور

کنز ایمان

25 اکتوبر 85 بریڈفورڈ میں

کنزالایمان کے انگریزی ترجمہ کی نقاب کشائی کے موقعہ پر لکھی گئی ایک نظم

کرامت ہے امام اہلسنت قطب دوراں کی
مچی اک دھوم ہے سارے جہاں میں کنز ایماں کی

یہ فیض جاوداں دیکھو بریلی کے مسیحا کا
ضیاء ہے مشرق و مغرب میں پھیلی نور قرآں کی

جہان علم و عرفاں میں ہے یہ تفسیر لاثانی
کہ جس نے پاسبانی کی ہمارے دین و ایماں کی

بجھانے کی بہت کیں کوششیں باد مخالف نے
مگر بڑھتی گئی اتنی ہی لو شمع فروزاں کی

نوید رونمائی جب سنی تفسیر قرآں کی
خوشی سے جگمگا اٹھی ہے دنیا اہل ایماں کی

فلاح دین و دنیا ہے کلام پاک کی خدمت
کہ ہے موقوف جس پر کامیابی نوع انساں کی

مبارک ہو جناب الیاس کو صدہا مبارک ہو
ہے ملی جن کو سعادت خدمت قرآں کی

مبارک خدمت دین مبیں کی اس سعادت پر
مبارک زاد راہ آخرت کے ساز و ساماں کی

جناب فاطمی کی شان خوش بختی کا کیا کہنا
خدائے پاک نے بخشی ہے ان کو فہم قرآں کی

مبارک صد مبارک پیر کامل میر محفل کو
ہے بزم اہل دل مرہون منت جن کے فیضاں کی

کرشمہ ہے یہ فیضان نگاہ پیر کامل کا
مہک پھیلی ہے دنیا بھر میں نوشاہی گلستاں کی

مبارک باد کے لائق ہیں شہ معروف نوشاہی
چمن میں جن کے دم سے ہیں بہاریں علم و عرفاں کی

کرن امید کی ہیں ناامیدی کے اندھیروں میں
حیات پاک ہے جن کی مثل شمع فروزاں کی

حقیقت میں یہ سب صدقہ ہے صابر "شاہ زمن" کا
طفیل ان کے خدائے پاک نے ہر مشکل ہے آساں کی

تقدیم

ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی بریلی شریف

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا تحقیق و جائزے کا حق ادا کر دیا۔ وہ برطانیہ کی کیمبرج جیسی عظیم اور مانی ہوئی یونیورسٹی میں تاریخ کے پروفیسر تھے۔ انہوں نے مختلف تہذیبوں، ادیان اور جدید علوم و فنون کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ وہ دنیا کے مشاہیر مفکرین اور اعلیٰ دماغ شخصیات میں ایک تھے۔ انہیں ہم بجا طور پر ایک عبقری اور مفکر اسلام کہہ سکتے ہیں۔ اسلام کے دامن رحمت میں پناہ لینے کے بعد ان کے علم و دانائی اور عقل و فکر و نظر کی تب و تاب اور توانائی میں چار چاند لگ گئے تھے۔ انہوں نے دینیات و اسلامیات اور رضویات پر انگریزی میں درجنوں کتب و رسائل اور مقالات تحریر کئے جو شائع ہو کر مقبول عام و خاص ہوئے۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم کی کوئی بھی تحریر پڑھئے تو ان کی ژرف نگاہی اور تحقیق و جائزے کی خوردبینی کی داد دینی پڑتی ہے اور قارئین عش عش کر اٹھتے ہیں۔

زیر نظر رسالہ ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کے انگریزی رسالہ "Islam & limits of Science" کا اردو ترجمہ ہے اور ترجمہ نگاری کا فریضہ فاضل مترجم ابوالرضا گلزار حسین صاحب قادری (لاہور، پاکستان) ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل بی، ایڈوکیٹ نے انجام دیا ہے۔ آپ بانی "مرکزی مجلس رضا" حضرت حکیم موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ کے بڑے قریب رہے۔ آپ کا رضا اکیڈمی، برطانیہ سے بھی خصوصی ربط و تعلق ہے اور اس کے مترجمین میں اہم

حیثیت کے حامل ہیں۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم کا یہ رسالہ بہت ہی وقیع اور بڑی گرانقدری کا حامل ہے۔اسمیں علم وتحقیق کے بطن میں اسلامی صداقت اور نبوی محبت کی برقی رو مچل رہی ہے۔

زیرنظر رسالہ تین ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اوّل: اسلام اور سائنس کے حدود:

میں کائنات کی تخلیق پر بحث کی گئی ہے۔تخلیق کائنات کے بارےمیں سائنس کا نظریہ یہ ہے کہ کائنات ایک دھماکہ کے سبب وجود میں آئی ہے۔اس بابت پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب نے اسے خالق کائنات اللہ عزوجل کے حکم "کن فیکون" سے تشبیہ دیتے ہوئے اسے حکم باری تعالیٰ قرار دیا ہے۔

زیرنظر باب میں فاضل مصنف نے یہ بھی دکھایا ہے کہ سائنس اسلام کے سامنے بے بس، تنگ دامن اور ایک ادنیٰ غلام کی طرح ہے۔سائنس کا دامن رحمت سے عاری ہے، وہ ظلم وبربریت کے لئے راہ ہموار کرتی ہے۔وہ مسلمانوں کو سائنسی علوم کے حصول یا سائنسی تحقیقات اور تجربات سے منع نہیں کرتے ہیں البتہ اپنے دین کی برتری اور صداقت نیز رحمت باری اور یوم حساب کو دھیان میں رکھتے ہوئے ایسا کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔

باب دوم: اسلام اور جدید سائنس کے حدود اور اس کی تاریخ:

سائنسی ترقی کی تاریخ بہت زیادہ پرانی نہیں ہے بلکہ تین چار صدیوں پر مشتمل ہے لیکن قرآنی علوم ازلی وابدی ہیں اس لئے کہ قرآن خالق کائنات کا کلام ہے اور قرآنی علوم ہی حق اور درست ہیں اور لامتناہی ہیں جبکہ انسانی علوم

محدود اور خطا سے مملو ہیں۔

اس باب میں وہ سائنس ہی کے حوالہ سے اسلام کی صداقت اور حقانیت ثابت کرتے ہیں اور الہامی و اسلامی علوم کے مقابل سائنسی علوم کی بے بسی ظاہر کر دیتے ہیں۔

باب سوم : مسلم دنیا اور سائنسی حدود:

اس میں ڈاکٹر محمد ہارون مرحوم نے دکھایا ہے کہ مسلم دنیا میں سائنس کی وجہ سے تباہی اس کے ان حصوں میں آئی جہاں براہ راست کمیونسٹ حکومتیں تھی۔ انہوں نے سرسید اور محمد عبدہ کی سائنس کی پرستش اور پیروی پر سخت تنقید کی ہے نیز مودودی اور خمینی کی جدید سائنٹفک تحاریک کی پیروی کا بھی بلیغ رد کیا ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ وہابی ازم حصول قوت کے لئے سائنس کی پوجا کر رہی ہے اور اس کی بنیاد رسول اعظم ﷺ کی عظمت و عصمت کو بے توقیر کرنے نیز علماء و اولیاء کے مقام و مرتبہ کو گرانا ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ سائنس اس وقت کامیاب ہو سکتی ہے جب وہ علم وحی جو رسول کریم ﷺ کی معرفت قرآن کی صورت میں موجود ہے کو اپنا رہنما بنا لے۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم مسلمانوں کو سائنس کی پرستش کے جال سے نکل کر قرآن و سنت کی پیروی اور ان کے علوم کے حصول کی تلقین کرتے ہیں اور ۱۴ اروین صدی ہجری کے مجدد اسلام امام احمد رضا کی اسی بنیادی سوچ کو اپنانے کی رائے دیتے ہیں اور رسول کونین ﷺ سے گہری وابستگی کو ہر کامیابی کی کلید بتاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

☆☆☆ اظہاریہ ☆☆☆

‹‹‹ الحاج پیر محمد الیاس قادری ›››

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون کو رب کائنات نے گونا گوں علمی وادبی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ آپنے اسلامیات ودینیات اور رضویات پر انگریزی زبان میں بہت ہی گرانقدر تصانیف اور مقالہ جات تحریر کیے اور راقم کی مساعی سے آپ کی تمام تحریریں شائع ہوئیں اور انہیں شرف قبول حاصل ہوا۔ راقم ہی کی مساعی سے پروفیسر صاحب مرحوم کی بیشتر تصانیف کے اردو تراجم ہندو پاک اور برطانیہ کے اہل علم وقلم نے کیے جنہیں راقم نے رضا اکیڈمی، برطانیہ کی طرف سے شائع بھی کرایا۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون صاحب کا رسالہ "Islam & Limit of Science" بھی بہت ہی پسند کیا گیا۔ بعد میں اس کا اردو ترجمہ جناب ابو الرضا گلزار حسین صاحب قادری نے (لاہور، پاکستان) سلیس اردو میں کیا۔ یہ ترجمہ بھی شائع ہوا۔ اب اس کی اشاعت رضا اسلامک اکیڈمی کے ڈائرکٹر محترم ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب کے توسط سے رضا اکیڈمی انٹرنیشنل (برطانیہ) سے ہو رہی ہے۔

ڈاکٹر محمد ہارون صاحب مرحوم نے زیر نظر رسالہ میں اسلامی علوم کو اٹل، غیر مبدل اور حق ثابت کرتے ہوئے سائنس کو اس کے سامنے بے بس ثابت کیا ہے اور سائنس کو محدود علم ثابت کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے اس رسالہ میں جدید ذہن کے مسلم اسکالروں کی اس روش پر تنقید کی ہے کہ وہ قرآنی اور اسلامی علوم کو سائنس کی روشنی میں پرکھتے ہیں جبکہ ہونا یہ چاہئے کہ سائنسی علوم کو قرآن و سنت کی کسوٹی پر پرکھا جانا چاہئے۔ زیر نظر رسالہ جدید ذہن کے طلبہ اور اسکالروں نیز دوسرے قارئین کے ذہنوں کو کھول دے گا اور وہ سائنس کی بے بسی کو تسلیم کرتے ہوئے اسلامی علوم کی حقانیت پر ایمان لے آئیں گے۔ خدائے لم یزل ہم سب کی کوششوں کو شرف قبول عطا کرے۔ آمین!

ابتدائیہ

ابو الرضا گلزار حسین قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ڈاکٹر پروفیسر محمد ہارون صاحب علیہ الرحمہ (۱۹۴۴/۱۹۹۸) مغرب کے بڑے دانشور، محقق، مدبر اور بہت سی کتب کے مصنف تھے۔ آپ کیمبرج یونیورسٹی، برطانیہ میں تاریخ کے پروفیسر تھے اور عرصہ دراز تحقیق و جستجو میں گزارا۔ ۲۰ رجون ۱۹۸۸ء کو اسلام قبول کیا اور دولت ایمان سے سرفراز ہوئے۔

دین حق نے آپ کی شخصیت میں انقلاب برپا کر دیا تھا۔ آپ کو تاریخ کے استاد ہونے کے ناطے مختلف تہذیبوں اور ادیان کا مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا تھا۔ چنانچہ اسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد شرح صدر نصیب ہوا اور اسلام قبول کر کے اپنی دنیا اور آخرت سنوار گئے۔

آپ کی ولادت ایک انگلش اور ویلش گھرانے میں ۱۹۴۴ء میں ہوئی۔ آپ کا کہنا ہے کہ میں عرصہ دراز سے قبول اسلام کے بارے میں سوچ وچار میں تھا۔ ۱۹۸۸ء میں ''دارالاحسان'' والوں سے رابطہ کیا اور انہوں نے حتمی

فیصلہ کرنے میں میری مدد کی۔ آپ نے اسلام قبول کرنے کے بعد یورپ میں دین کی ترویج واشاعت کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں اور مختصر عرصہ میں بہت بڑا علمی سرمایہ چھوڑ گئے جس سے اہل اسلام راہنمائی حاصل کرتے رہیں گے۔ خاص کر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر آپ کے تحقیقی مقالہ جات اور وہ بھی انگلش میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

کتاب ''اسلام اور سائنسی حدود'' کے تین ابواب ہیں۔ پہلے باب میں کائنات کی تخلیق پر بحث کی گئی ہے جس میں سائنسی نظریہ کہ کائنات ایک دھماکے سے وجود میں آئی ہے کے بارے میں آپ اللہ تعالیٰ کے حکم "کن فیکون" سے تشبیہ دیتے ہوئے اس کو حکم باری تعالیٰ قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح باب دوم میں ڈاکٹر صاحب نے اسلام کے مقابلہ میں سائنس کو محدود اور تغیر پذیر علم اور اسلام کو آفاقی اور الہامی علم ثابت کیا ہے۔

باب سوم میں اسلامی دنیا کی اس روش پر تنقید کی ہے جس میں اسلام کو پس پشت ڈال کر سائنس کی اطاعت کی گئی ہے اور مسلمانوں کو سائنس کے مقابلہ میں معذرت خواہانہ رویہ سے باہر نکل آنے کی تلقین کی ہے۔

اس سلسلہ میں سر سید احمد خاں اور محمد عبدہ کی ماڈرن اسلامی تحریک کے اس نظریہ کی مذمت کی ہے کہ سائنس ایک قسم کا جدید قرآن ہے اور سارے اسلام کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی تاکہ اسلام اس میں فٹ ہو جائے۔ ابوالاعلیٰ مودودی اور روح اللہ خمینی نے مغرب کی جدید سائنٹفک

موومنٹ کی پیروی کی یہ نہ جانتے ہوئے کہ بنیادی طور پر یہ کمیونزم اور فاشسزم کی تحریک ہے۔ اسی طرح اتاترک اور ایوب خاں کے سیکولر نظریات اور اسلام کو سائنس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی مذمت کی۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کوششوں نے مسلمانوں کو اپنے اسلاف اور ماضی سے کاٹ دیا ہے۔

اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ اور امام غزالی علیہ الرحمہ کے سائنسی اور اسلامی نظریات کی تائید اور ستائش کی ہے۔

نیز آپ نے وہابیہ کے بارے میں کہا ہے کہ یہ حصول قوت واقتدار کے لئے کوشاں ہے تاکہ اپنے نظریات کو بزور قوت لاگو کر سکے اور ان کی بنیاد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم شخصیت کے مقام ومرتبے کو بے توقیر کرنا اور علماء واولیائے کرام کے مقام کو گرانا ہے۔

ڈاکٹر ہارون صاحب کو جناب پیر محمد الیاس قادری صاحب اور رضا اکیڈمی، یو کے کی صحبت میسر رہی جس کے آپ پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب اس موقر ادراہ کے ایک عرصہ تک چیئرمین بھی رہے۔

اس رسالہ کو رضا اکیڈمی یو کے کے تعاون سے پیش کیا جا رہا ہے۔ اس رسالہ کو اہل اسلام اور خاص کر تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے نافع جانتے ہوئے انگریزی سے اردو قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس سعی کو مشکور ونافع اور قبول عام عطا فرمائے۔

☆......☆......☆......☆

باب اوّل

اسلام اور سائنس کے حدود

بہت سے مسلمانوں کا خیال ہے اور انہوں نے اسلام اور سائنس کے باہمی تعلق پر لکھا ہے جس میں انہوں نے اکثر یہ ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے کہ اسلام کا سائنس سے اتفاق ہے اور اسلام میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو کہ سائنس کے خلاف ہو اور ظاہر ہے کہ یہ درست ہے۔ سائنس میں بہت کم حقائق ایسے ہیں جو کہ براہ راست کسی چیز سے مطابقت نہ رکھتے ہوں کو جو کہ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں بیان ہوئے ہیں۔ یہ حضرات اکثر ایک مسئلہ سے دوچار رہتے ہیں وہ یہ کہ سائنس بذات خود ایک تغیر پذیر علم ہے چنانچہ وہ نظریات جن کی اسلام سے مناسبت کی جاتی ہے کچھ ہی سالوں بعد بدلتے رہتے ہیں مثال کے طور پر کائنات کے نہ ختم ہونے والے تصور کو سائنسی نظریہ کے حوالے سے کچھ عرصہ قبل بڑی وسیع پذیرائی حاصل ہوئی جبکہ اس وقت سائنس دانوں کا خیال ہے کہ کائنات کا ظہور ایک قسم کے بہت بڑے دھماکے سے وجود میں آیا۔ یہ نظریہ اللہ رب العزت کی جانب سے کائنات کو پیدا کئے جانے سے قریب تر کہا جا سکتا ہے۔ مگر مجموعی طور پر یہ بات وزن رکھتی ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ سائنس اور اسلام حقائق پر اتفاق رکھتے ہیں۔ تاہم ان میں سے بہت سے مسلمان سائنس اور اسلام کے باہمی تعلق کے بارے میں سخت غلطی کا شکار ہوئے ہیں۔

انیسویں صدی میں جس وقت اہل مغرب نے اسلامی دنیا پر غلبہ حاصل کیا جدید سائنس اپنی ہیئت کے حوالے سے نئی تھی اور اس جدید سائنس کی متاثر کن شہرت تھی۔ یہ سائنس کی پوجا کا دور تھا۔ سائنس کو یہ تصور کر لیا گیا کہ یہ ہر قسم کے علوم اور فراست و دانائی جو اس سے ماقبل وجود رکھتے تھے سے اعلیٰ تر ہے۔

چنانچہ اب ان میں سے بہت سے مسلمان جنہوں نے اسلام اور سائنس کے باہمی رشتہ پر لکھا سائنس کی انتہائی پوجا کی جتنی کہ اہل مغرب نے کی ہے۔ جب انہوں نے لکھا کہ سائنس اسلام سے متفق ہے تو اس طرح سے انہوں نے اسلام کی تعریف وتوصیف کی یہ تعریف بس ایک جیسی ہی تھی یا اتنی جتنی کہ سائنس کی یعنی کہ سائنس بادشاہ تھا اور اسلام بادشاہ سلامت سے متفق تھا۔

اب جبکہ یہ تصور غلط ہے۔ اسلام اور سائنس کے باہمی تعلق کی حقیقت یہ ہے کہ اسلام عظیم تر ہے اور سائنس دوسرے نمبر پر آتی ہے۔ اگر سائنس اسلام سے مطابقت رکھتی ہے تو یہ سائنس کی تعریف ہے نہ کہ اسلام کی۔

اسلام کا سائنس کے بارے میں اصل ضابطہ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے آج سے نوسو سال قبل دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سائنس ایک درست علم ہے لیکن یہ محدود ہے مثال کے طور پر علم حساب کو لیں جو کہ بالکل درست علم ہے لیکن یہ انسانی علوم کے بہت محدود حصہ کا احاطہ کرتا ہے اور علوم سائنس مجموعی طور پر (بڑا وسیع ہونے کے باوجود) محدود ہی ہیں۔

سائنس کے متعلق آپ نے فرمایا کہ یہ انسانی کاوش کا نتیجہ ہے اور انسانی کاوش تو علوم الٰہیہ سے بہت ہی پسماندہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی حکمت ودانائی تو کسی بھی سائنسی علم سے بہت اعلیٰ وارفع تر ہے۔ پیغمبرانہ علوم تو مکمل دانائی عطا فرماتے ہیں جبکہ سائنس تو صرف ایک محدود حصہ کا علم دیتی ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر سائنس اسلام کے مقابلے میں تنگ دامان ہے تو وہ کس طرح تنگ دامن یا محدود ہے؟ وہ کیا چیز ہے جو سائنس میں تو نہیں ہے لیکن علوم انبیاء جو کہ عطائے الٰہیہ سے ہیں میں موجود ہے۔ اگر انسانی علوم محدود ہیں اور اس کو علوم انبیاء علیہم السلام کی ضرورت ہے تو پھر انسانی علوم کی کیا حد ہے؟ وہ کیا ہے جو سائنس اور انسانی علم وفکر نہیں دیکھ سکتی جو کہ پیغمبر حضرت محمد ﷺ دیکھتے ہیں۔ اگر ہم اس سوال کا جواب جانتے ہیں تو پھر ہم جان جائیں

گے کہ اسلام اور سائنس میں کیا رشتہ ہے۔

جواب بھی اسی طرح واضح ہے۔ سائنس اس کو نہیں دیکھ سکتی جو نظر نہیں آتا اور غیب کے اندر نہاں وہ ہے جو کہ سب سے بالاتر ہے اور وہ اس کی رحمت ہے۔ رسالت مآب حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا کہ وہ ہمیں خبر دیں روز جزاء یعنی قیام قیامت کی اور قبور کے احوال کی، جنت اور دوزخ کی۔ کوئی بھی سائنسداں کبھی بھی ان چیزوں کا مشاہدہ نہیں کر سکتا اور قیامت برپا ہونے کے دن کا، قبور کا اور جنت و دوزخ کا ہونا ہمیں درس دیتا ہے کہ ہم خدا ترس ہوں۔ اگر ہم رحم کرنے والے نہیں ہیں اور ظالم اور خود غرض ہیں تو پھر ہمیں ایک خوف لاحق ہوگا جو کہ روز جزاء کا ہے۔

اسلام یہ بھی تعلیم دیتا ہے کہ اللہ رحمٰن و رحیم ہے جس کے معنی ہیں بڑی رحمت فرمانے والا اور بہت مہربان۔ یہ اللہ کی رحمت ہے (جو ایسا وجود رکھتی ہے) کہ اس کو کوئی سائنسداں نہیں دیکھ سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ فلاسفر یہ ثابت کرے کہ دنیا بنائی گئی تھی ہو سکتا ہے سائنسداں فلاسفر کی اس رائے سے اتفاق کرے لیکن وہ نہیں دیکھ سکتا کہ بنانے والی ذات بذات خود رحمت والا شہنشاہ ہے۔

انسانی معلومات کی حدیں اور سائنس بے بس ہیں کہ جان سکتیں کہ مہربان و مشفق ہونا کیوں ضروری ہے کیوں کہ وہ نہیں جانتے اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم کو اور نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے بنی نوع انسان کو کہ وہ مہربان و شفیق ہوں کیوں کہ یوم حساب پر جواب پرسی ہوگی۔

اسلام اور علوم انبیاء علیہم السلام (جو کہ غیب کی خبریں دیتے ہیں) غالب و اعلیٰ ہیں سائنسی اور انسانی علوم سے کیوں کہ اسلام اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ جانتے ہیں کہ اصل دانائی رحمت ہے۔

سائنس کی یہ تنگ دامانی جو کہ رحمت سے خالی ہے بڑی اچھی طرح واضح اور عیاں ہے۔ اگر آپ دنیا پر غور کریں جو کہ سائنس نے تصویر کشی کی ہے کہ کائنات

ایک بہت وسیع، خالی، تنہا اپنی لامحدود حدوں میں پھیلی ہوئی جو کہ بنی نوع انسان کے لئے سخت سرد اور شدید گرم ہے اور مکمل رحمت اور نرم خوئی سے محروم ہے۔
سائنس نے جانوروں کی زندگی کو خوف سے بھرپور اور شفقت و رحمت سے خالی اور خود غرضیانہ ثابت کیا ہے جیسا کہ ڈارون نے تصویر کشی کی ہے۔ معاشیات، بطور سائنس کے "Dismal Science" بدنصیب سائنس کے طور پر جانا جاتا ہے کیوں کہ یہ علم نہ ختم ہونے والے مقابلے اور ظالم غربت کے خوف کا علم ہے جو کہ تعلیم دیتا ہے کہ رحمت و شفقت کی اس منڈی میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ سائنسداں انسان کو صرف ایک خود غرض ہونے کے ناطے سے جانتا ہے۔
سائنس کی خاص دین یہ ہے کہ اس نے انسان کو مکمل طور پر ظالم اور اپنی ذات و قوم سے وابستہ بنیاد پر کھڑا کر دیا ہے جو کہ غریب اور کمزور پر ظلم و بربریت کو جائز و روا قرار دیتا ہے۔ سائنسداں کو رحم کا کوئی ادراک نہیں ہے اس کے نزدیک کائنات بے رحم ہے۔

لیکن اسلام کے اندر رحم کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ پیغمبر حضرت محمد ﷺ پوری انسانیت کے لئے رحمت ہیں۔ مسلمانوں کے نزدیک آسمان پر جو ستارے ہیں وہ ذکر الٰہی اور اس رحمٰن و رحیم اللہ تعالیٰ کی محبت کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔ اسلام میں سب لوگ ایک دوسرے کے بھائی بہن ہیں جو کہ آپس میں محبت رکھتے ہیں، جانداروں کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق سمجھا جاتا ہے، جن سے ہمیں شفقت ہے اور احترام ہے۔ اسلام کا نظام معیشت ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ جائے خرید و فروخت پر ہمارا رویہ عدل و احسان والا ہونا چاہئے تاکہ سب محفوظ اور امن میں رہ سکیں۔ اسلام ذات پات اور رنگ و نسل کی نفی کرتا ہے اور غریب اور کمزور سے محبت کرتا ہے۔ یتیم، بیوہ، بچے اور نادار لوگ مسلمان کو بہت عزیز ہیں کیوں کہ مسلمان محبت کو پسند کرتا ہے۔

سائنس نے اپنی تنگ دامانی کی وجہ سے اس دنیا کو بے رحم بنا دیا ہے۔

سائنسداں جانداروں پر خوفناک تجربات کر رہے ہیں۔ ان کے ظالمانہ رویہ کی وجہ سے وہ بیمار پڑ رہے ہیں۔ ماہرین معاشیات ورک ہاؤس بنا رہے ہیں اور غرباء پر مقدمات چلا رہے ہیں۔ طبعی سائنسداں اسقاط حمل کا آسان راستہ بنا رہے ہیں اور اس میں ان کو کوئی برائی نظر نہیں آتی، صرف طریقے ایجاد کر رہے ہیں۔ سائنس تمام قسم کی بربریت کو حق بجانب ثابت کر رہی ہے، اور اس کی مدد کر رہی ہے، اور اس کے ضابطے اور قانون بنانے میں مدد کر رہی ہے۔ سائنسداں تو خفیہ پولیس کا دایاں ہاتھ بنا ہوا ہے۔ سائنس طاقت میں بڑھوتی کر رہی ہے اور طاقت وقوت تو عفو ودرگزر کی ضد ہے۔

رحم دل ہونا سائنسداں کے نزدیک احمقانہ بات ہے۔ چونکہ مہر ومحبت، زور آوری کی ضد ہے جس کو بڑھانے کے لئے ان کی تمام تر کاوشیں ہیں۔ چنانچہ سائنس کی ایک حد ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ دنیا لازماً رحمت وشفقت سے بھری ہوئی ہو، رحمت اور ذکر کی کائنات، سائنس اس کو نہیں دیکھ سکتی۔ کوئی بات نہیں یہ اپنی سی کوشش کر لیں سائنس کیلئے تو یہ دنیا ہمیشہ تنہا اور مبنی بر ظلم رہی ہے، ایسی کائنات جو کہ مکمل بے رحم ہے۔

اور اسی لئے اسلام سائنس سے بہت ہی اعلیٰ ہے۔ سائنسداں کی بے رحم کائنات تو کسی بھی زندگی کو آرام دہ بنانے میں کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ ہاں مکمل اندھیرے اور مایوسی کی طرف ضرور دھکیل سکتی ہے۔ اسلام جو کہ انقلاب ہے پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کا لایا ہوا جس میں رحمت ہے اور رحم کرنے والی دنیا ہے اور خوشی سے بھرپور زندگی کی طرف جو کہ ممکن ہے رہنے والے کے لئے۔

اسلام اور سائنس کا باہمی تعلق واضح ہو گیا۔ سائنس کو ہمیشہ رحمت بھرے اسلام کی ضرورت رہے گی اگر وہ کوئی بسنے کے قابل زندگی انسانیت کو دے سکتی ہے۔ اسلام کو سائنس کی ضرورت نہیں ہے۔ جدید سائنس کے آنے سے بہت پہلے مسلمان اس قابل تھے۔ وہ ایک مکمل امن اور سکون کی زندگی بسر کر سکیں۔

سائنس اچھی چیز ہے لیکن وہ طرز حیات مہیا نہیں کر سکتی۔ طرز حیات صرف واحد اسلام نے دیا ہے، رحمت (عفوو درگزر) بہت ہی اعلیٰ ہے مقابلتاً اس سے جو کہ سائنس دے سکتی ہے۔

چنانچہ اسلام کو کبھی بھی تبدیل نہیں کیا جا سکتا کہ وہ سائنس کی مطابقت کرے۔ کوئی مسئلہ نہیں ہے کہ سائنس کیا تعلیم دیتی ہے۔ اسلام کا ہر حال میں دفاع کیا جائے گا۔ اسلام کی دوررس نگاہیں وہ کچھ دیکھتی ہیں جو سائنسدان نہیں دیکھ سکتا اور اگر آپ سائنسداں کی پیروی کریں گے اور رحمت کو بھول جائیں گے تو پھر یوم حساب کو آنا ہے سخت سزا کے ساتھ جو کہ سوچ سے ماوراء ہے۔

چنانچہ مسلمان سائنسداں کو ازبس اشد ضروری ہے کہ وہ مکمل طور پر اسلام کی پیروی کریں اور ان کو ہرگز ضرورت نہیں ہے کہ وہ اس کی تحقیقات اور تجربات کے بارے میں شک میں مبتلا ہوں۔ یہاں مسلمان سائنسدانوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور یوم حساب کو ہرگز نہیں بھولنا چاہئے، جہاں کہیں اسلام کا حکم آجائے تو اس کی ہر صورت اطاعت ہونی چاہئے اور سائنس کو پیچھے کر دینا چاہئے، تمام اخلاقی معاملات میں اسلام کی حیثیت مقدم رہنی چاہئے۔ اپنی سائنس کو عمل میں رکھیں لیکن اسلام کی خوبو (رحمت وعفوو درگزر) سے، اللہ تعالیٰ کی ذات سے جو کہ رحمٰن ورحیم ہے اور انسانیت کی فلاح اور پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی ذات سے کبھی بھی صرف نظر نہیں ہونا چاہئے۔

اسلام رحمت ہے (اس میں سلامتی ہے) اور رحمت ہر چیز سے بالاتر ہے۔ سائنس کبھی بھی اس رحمت وسلامتی کے بغیر زندگی کو آرام وہ نہیں بنا سکتی۔ جبکہ یہ سائنس اگر اسلام کی رحمت کے ساتھ ہو تو زندگی میں خوشیاں کبھی ختم نہیں ہو سکتیں اور راستہ جو کہ سچی رحمت کی طرف جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ پر ایمان ہی اس کے لئے محبت نامہ ہے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے جو تعلیمات دیں وہ سائنس سے ارفع واعلیٰ ہیں اور یہی سائنس کی حد بندی ہے۔

باب دوم

اسلام اور جدید سائنس کے حدود اور اس کی تاریخ

گزشتہ مضمون میں ہم نے سائنس کے بارے میں مسلم رویے اور سائنس اور اسلام کے باہمی تعلق پر روشنی ڈالی تھی۔ یقینی طور پر یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انسانی علوم کا الہامی علوم کے ساتھ تعلق ہے۔ جدید سائنس خاص طور پر تنہا انسانی فکر پر تکیہ کرتی ہے جبکہ الہامی علوم کو ہرگز خاطر میں نہیں لاتی۔

اسلام انسانی توجیہات پر غور کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ سائنس اس قابل ہوئی کہ وہ درست ہو لیکن علوم قرآن کے مقابلہ میں محدود اور بہت کم تر ہے۔ اس لئے سائنس کو ہر صورت میں علم قرآن کی طرف سے مسلسل راہنمائی کی ضرورت ہے۔ اگر سائنس کی ان پیغمبرانہ علوم کی طرف سے راہنمائی نہ ہوئی تو ناکام ہو جائے گی۔ سائنسداں صرف انسانی فکر و سوچ پر اعتماد کر رہے ہیں جس کی وجہ سے غلطی نہیں کریں گے مگر یہ جو کچھ بھی کریں گے وہ محدود ہوگا، نامکمل ہوگا اور غلط ہوگا۔

اب بات یہ ہے کہ بہت سے مسلمان سائنس کی پوجا میں لگے ہوئے ہیں۔ اسلامی جدت پسند اور بنیاد پرست کی بنیاد کا آغاز سائنس کی بالادستی سے کر رہے ہیں۔ انہوں نے اسلام کو سائنس پر پورا اترنے کے لئے تبدیل کر دیا ہے اور سائنس کو اسلام سے بالاتر بتا رہے ہیں، انہوں نے انسانی فکر و شعور کو قرآن یا الہامی علوم پر فوقیت دی اور انہوں نے وہابی عقائد کو پیغمبر اسلام ﷺ کی حیثیت کو ختم کرنے کیلئے استعمال کیا تا کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس کو سچ ثابت کر سکیں لیکن

ان کی تمام سازشیں ناکام ہوئیں اور وہ ناکام رہے اس لئے کہ سائنس بذات خود ایک محدود علم ہے۔ اہل اسلام کو ضرورت ہے کہ وہ اپنی سوچ کو درست کریں اور پھر اس پیغمبرانہ علوم (جو کہ وحی، خدا ہوتی ہے) کی طرف واپس لوٹ آئیں، اور ایک درست تعلق علوم الٰہیہ اور انسانی فکر کے درمیان استوار کریں۔

اب ایسا کر کے وہ مسلمانوں کی ایک نوع کی مدد کر سکیں گے۔ حقیقتاً مغرب کے بہت سے لوگ جو کہ مسلمان بھی نہیں ہیں مکمل طور پر باخبر ہیں کہ سائنس ایک محدود علم ہے۔ اس مضمون کی تحریر کا مقصد بھی یہی ہے کہ مغربی خیالات جو کہ سائنس کے محدود ہونے کے بارے میں ہیں، کو واضح کیا جائے گا۔ اور مغربی رویوں کی تاریخ جو کہ سائنس کے متعلق اس وقت سے ہے جب جدید سائنس کا آغاز ۱۸ ارویں صدی عیسوی سے ہوا۔

یہ ایک نہایت ہی اہم موضوع ہے جو سائنس کے محدود ہونے کی تاریخ پر مبنی ہے جو کہ یہاں دیا جا رہا ہے۔ اصل میں یہی پچھلے تین سو سالہ عالمی تاریخ کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ جدید دنیا سائنس کے محدود ہونے کی یادگار ہے۔ جب ہم نے اس تاریخ کو بیان کیا تو ہم دیکھ سکیں گے کہ مسلمان کس طرح سائنس اور الہامی علوم کے متعلق اپنے رویے کو مکمل طور پر تبدیل کر لیں گے۔

سترھویں صدی میں سائنس کا وجود تھا مگر اس کو کمتر اور الہامی علوم کا محتاج سمجھا جاتا تھا۔ اسلامی دنیا میں اسلام نے سائنس کو ایک حد میں رکھا ہوا تھا جو کہ ایک سچا دین ہے اور سائنس کو اس کا صحیح مقام دیتا ہے۔

مغرب میں سائنس پہلی مرتبہ علوم الٰہیہ سے سن ۱۶۸۰ء اور ۱۷۱۵ء کے درمیان علیحدہ ہوئی۔ یورپ میں سائنس کی علوم الٰہیہ سے علیحدگی کا آغاز انقلاب جدید کے ساتھ کچھ صدیاں پہلے شروع ہو چکا تھا لیکن سائنس یقینی طور پر دین کے

لح تھی۔ عظیم سائنسداں جیسا کہ نیوٹن، شدید مذہبی لوگ تھے اور وہ زیادہ وقت
ہی مطالعہ کو دیتے تھے تاہم ۱۷۱۵ء میں سائنس مکمل طور پر دین سے کٹ کر
حدہ ہو گئی اور دین پر غلبہ پانے لگی اور یہاں تک کہ مکمل طور پر اس کا صفایا کر
نے کو آ گئی۔

سائنس کا آزاد ہونے کو اٹھنا اور دین اور الہامی علوم کا انکار کرنے کے پیچھے
ں ایک اسباب تھے۔ ان تمام حالات کا بنیادی سبب عیسائیت کا جھوٹا اور بے
د ہونا تھا۔ یورپ میں سب سے پہلے عیسائیت (christianity) یونانی اور
ں افکار سے گہری طرح وابستہ تھی جو کہ کسی بھی صورت میں مذہبی افکار نہیں
۔ ارسطو (Aristotle) ایک سرکاری فلاسفر اور کیتھولک چرچ کا سائنسدان
ور ارسطوٹلزم مکمل طور پر رد کیا جا رہا تھا کیونکہ سائنس دانوں نے اپنے افکار کو
ن چڑھا لیا تھا لیکن کیتھولک چرچ مسلسل ارسطوٹلزم (Aristotlism) کے
ی خیالات کو مکمل کٹرپن (Orthodxy) نظریہ کے طور پر تھوپ رہا تھا اور
ی تنقید کو مسترد کر رہا تھا اور کرسچین بائبل جیسا کہ اسلام کہتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ
یا اصل کلام نہیں ہے بلکہ تحریف شدہ ہے۔ سائنسدانوں اور دوسرے مفکرین
ن تحریفات کی نشاندہی کا آغاز کر دیا۔

سب سے اہم یہ ہے کہ سائنسدانوں نے مذہب کے خلاف بغاوت کر دی
ی وجہ یہ ہے کہ یورپ میں مذہب ایک انسان کا بنایا ہوا قانون تھا، اللہ تعالیٰ
یا ہوا قانون نہیں تھا۔ اہل سنت کا اسلام ہی صرف اللہ تعالیٰ کا قانون ہے
ترھویں صدی عیسوی میں عیسائت کا مطلب انسان کا بنایا ہوا قانون تھا
ک چرچ میں تو پوپ کا قانون تھا اور ساتھ ہی حکومت کا بھی۔ ان کا دعویٰ تھا
پ کیتھولک اللہ تعالیٰ کا منتخب کردہ ہے چنانچہ وہ قانون بقول ان کے اللہ

تعالیٰ کا قانون تھا۔

کرسچینٹی خاص کر کیتھولک ازم دولت منداور صاحب طاقت وقوت لوگوں کا آلہ کار تھی۔ سیاسی اور معاشرتی نظام کو مذہب نے جکڑ رکھا تھا اور کیتھولک ازم تو خاص کر ظلم اور ناانصافی کا موئید تھا۔ اس زمانے کا عظیم کیتھولک بادشاہ لوئیس (Lovis xiv) جو کہ فرانس کا تھا اور یہ ظالم اور مطلق العنان تھا اس نے اپنے دور میں پروٹیسٹنٹ فرقے کے خلاف ظلم کی حد کر دی اور اس کو عیمتر (پروٹیسٹنٹ) فرقہ کے وابستہ لوگوں کو واپس لانے کا نام دیا گیا اور اس نے لوگوں کو بزور مجبور کرنا شروع کر دیا کہ وہ کیتھولک مذہب کو اختیار کریں۔ یہ ہٹلر کی طرح یورپ کو فتح کرنے کو نکل کھڑا ہوا۔ لوئیس (Xiv) اہل یورپ پر حکومتی کیتھولک کا ظلم و بربریت پر مبنی نظام مسلط کرنے کو چڑھ دوڑا۔ یہ ایک شیطان کی اطاعت کا دور تھا۔ لوئیس (Xiv) کا کہنا تھا کہ آپ کو اس کی اطاعت کرنی ہے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ خود کتنا بڑا شیطان تھا کیونکہ اس کو خدا نے منتخب کیا تھا کہ وہ حکومت کرے۔

یہ وہ دور تھا جبکہ اہل یورپ دوسرے ادیان کا بھی مطالعہ کر رہے تھے اور لوگوں کو یہ احساس ہو چلا تھا کہ شاید کرسچینٹی اس قدر حق پر مبنی نہیں ہے جیسا کہ دعویٰ کیا جا رہا ہے۔ مسلم دنیا کی خاص طور پر تعریف کی جا رہی تھی اور اس کو ایک آزاد دنیا کے طور پر دیکھا جا رہا تھا۔ ترکی کی خاتون کی زندگی کو ایک آزاد زندگی کے طور پر بیان کیا جا رہا تھا۔

یہی سب مندرجہ بالا اسباب تھے جن کی وجہ سے یورپ میں مذہب کے خلاف بغاوت ہوئی تھی، اور سائنس کو مکمل کمانڈ دے دی گئی تھی۔ کیتھولک ازم کے مطلق العنان طرز حکومت کو مسترد کر دیا گیا اور تمام اشرافیہ کا صفایا کر دیا گیا اور صرف اکیلی انسانی دانش کو حکومت دنیا کی باگ ڈور سپرد کر دی گئی۔

جدید سائنس نے تمام پچھلے مذاہب اور فلاسفی کو رد کردیا۔ جدید سائنس نے نہ صرف یہ کہ سابقہ مذاہب کو رد کردیا بلکہ آباواجداد کی تمام فکر ودانش کو بھی یکسر مسترد کردیا۔ جدید سائنس نے تنہا علم وتدبر (Reason) کے نام پر حکومت کرنا شروع کردی۔ (Voltaire) جدید تحریک کا بہت بڑا انسان تھا جس نے سب کو فراموش کردیا سوائے (Empiricism) کے جس کا معنی ہے کہ حواس کی گواہی۔ اس کے بعد مفکرین نے جیسا کہ (Comte) اوردائیں بازو والوں نے تمام فلسفے کو مسترد کردیا کہ یہ بے معنی ہے۔

سائنس جس کی بنیاد حواس وشعور پر تھی کو تمام علوم کا ذریعہ تسلیم کرلیا گیا۔ اور یقیناً تمام تر دانائی کا منبع یہ نئی قسم کی دانائی مکمل طور پر سائنس پر انحصار کرتی تھی۔ جدید سائنس نے یہ دعویٰ کردیا کہ وہ اس قابل ہے کہ وہ تمام اخلاق، سیاسی، معاشی یہاں تک کہ مذہب کو بھی خالصتاً سائنسی اور قدرتی بنیادوں پر تقویم دے سکتی ہے۔ یہ فطرتی مذہب یا دین کا دور کہلاتا ہے۔ سائنس نے فہم و فراست کو رد کیا پھر اپنی فراست کو جنم دیا، جس کو (Enlightement) آزاد سوچ وفکر کا نام دیا گیا ہے۔ اور جدید فراست ودانائی (Wisdom) کی بنیاد مکمل طور پر خودغرضانہ رویہ پر بنی ہے۔

(آپ کو ان دانا احمقوں پر ہنسنا نہیں چاہئے) ان کا عقیدہ تھا کہ خوشی محض ایک اطمینانِ خواہش کا نام ہے اور ان کے خیال میں ایک بردبار آدمی کے پاس زیادہ سے زیادہ خوشی واطمینان ہونا چاہئے اور ساتھ ہی ان کا خیال تھا کہ اس دنیا میں مکمل خوشیوں کا حصول ممکن ہے۔ ان کا ارادہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری واطاعت نہیں کرنی مگر جنت کو تلاش کرنا ہے اور ان کے پاس بہت بہت اور بہت زیادہ خوشیاں اور آرام وسکون ہونا چاہئے۔ ایک دانا آدمی کا مقصد حیات محض

دولت، شہرت اور طاقت کا حصول تھا۔

یقیناً آپ کہہ سکتے ہیں یہ دنیا جیسی کہ وہ ہے بہت خوبصورت اور بہت دکھوں سے بھری ہے چنانچہ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ ترقی کا عمل ہمیشہ جاری رہے گا، یہاں تک کہ آخر کار جنت کا اس دھرتی پر ظہور ہو جائے گا۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ میرا خوشیوں اور راحتوں کے متعلق جو خیال ہے وہ ہو سکتا ہے کسی اور کے لئے باعث زحمت و تکلیف ہو چنانچہ جدید سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ انسان فطری طور پر اچھا ہے اگر وہ اپنے مفادات کو درست طرح سمجھ لے تو ان تمام مفادات کا انتظام بڑے ہی ردھم اور متناسب طور سے کیا جا سکتا ہے۔ یہ ہی تمام سوشلسٹ (Socialist) تصورات کی اصل ہے، اور آپ کہہ سکتے ہیں کہ اگر ہر آدمی خود غرض واقع ہوا ہے تو پھر وہ سب ایک دوسرے کو بھوکوں مار دیں گے۔

اسی لئے جدید سائنسداں معاشی تھیوریز کے ساتھ سامنے آئے جیسا کہ آدم سمتھ (اور یقیناً مسز تھیچر) جو کہ یہ کہتے ہیں کہ یہ اشیاء کی مارکیٹ ان تمام لوگوں کے درمیان جو کہ کام کرتے ہیں یا خرید فروخت کرتے ہیں ردہم اور تناسب پیدا کر سکتی ہے چنانچہ اپنی ذات سے محبت اور سوشل (باہمی ربط) ایک ہی چیز تھیں۔ آپ جس قدر چاہیں خود غرض بن جائیں یہ سب کچھ مناسب ہوگا۔ حقیقی اخلاقیات تو درد اور خوشی تھی جس کو درست طور پر ذہن نشین کر لیا گیا اور اس بڑے طریقے (چابک دستی) سے گلوخلاصی اختیار کی گئی۔

اگر دنیا کو اس طریق پر منظم کیا جاتا تو پھر کائنات کا دامن غارت ہو جاتا اور ہر جگہ اشیاء اور چیزوں کی حکومت ہوتی۔ خاص کر اس وقت جب تمام خود غرض لوگوں کو اپنی حکومت کو خود منتخب کرنا ہوتا۔ جدید سائنسدانوں نے چونکہ اپنے آپ کو مکمل یقین اور اہتمام کے ساتھ سوئر میں تبدیل کر لیا ہے جس نے اپنی تھوتھنی کو

کھڈ میں ڈال رکھا ہے اور ہر ایک کو کہہ رہا ہے کہ یہ دنیا بہت عمدہ جگہ بن سکتی ہے
کر سب لوگ میری طرح موٹے اور خود غرض بن جائیں۔

کیا اس طور پر انسانی شعور و فکر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ الہامی علوم کا متبادل ہو
سکتا ہے؟ اور ہم صاف مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ یہ سائنس اور انسانی شعور اللہ تعالیٰ
کے عطا کردہ علوم و حکمت کے مقابلہ میں کس قدر پسماندہ اور پست ہے۔
سائنسدانوں نے اٹھارویں صدی عیسوی میں اس دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ لیا اور اس
دنیا کی گہرائی سے مطالعے کا مقصد وحید یہ تھا کہ اس کے (مال و اسباب) کے
پیچھے بھاگا جائے۔ مسلمان کے نزدیک اس دنیا کا مقصد حیات صرف اللہ تعالیٰ کی
رضا جوئی ہے اور یہ دنیا تو آخر کار ختم ہونے والی ہے۔ اس لئے وہ صرف اسلامی
احکام پر عمل کرتا ہے۔ سائنسداں اور دائیں بازو والے فلاسفر حضرات جیسا کہ
(Comte) یا برٹرنڈ رسل (Bertrand Russell) یا وٹجنس ٹن
(Wittgenstein) تو محض ہر چیز کو مسترد کرتے ہیں سوائے سائنس کے اور
خودغرضی کو وہ کوئی معنی نہیں پہناتے۔ یہ جدید سائنس اور فلاسفی کا مکمل اشتراک
اٹھارویں صدی کی پہلی چند دہائیوں میں ہوا۔ اس نئی شکل و صورت کے ساتھ اس
کو اسلامی دنیا میں داخل کیا گیا اور اس کو اسلامی جدت پسندوں نے جیسا کہ سر
سید احمد خاں اور محمد عبدہ وغیرہ نے بغیر تحقیق کے قبول کر لیا۔ انہیں اس میں کوئی
غلط بات نظر نہیں آئی اور انہوں نے کوشش کی کہ اسلام کو اس کے مطابق ڈھال دیا
جائے۔ اس کے برعکس مغرب میں اس جدید سائنس کو ابتداء میں ہی بہت سوں
نے مسترد کر دیا تھا۔

سب سے پہلی تنقید فنون لطیفہ سے متعلق لوگوں کی جانب سے کی گئی۔ اس نئی
سائنس نے شاعری کی صنف کو قتل کیا اور وہ مردہ پتھر بن گئی۔ شاعری کا وجود اس

دور میں یورپ میں تقریباً ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ اس صنف میں جو اعلیٰ چیز پیش کی گئی وہ محض verse تھیں۔ اگر زندگی کا مقصد وحید محض خوشی وراحت کی سنجیدہ جستجو ہے تو آرٹ بھی پھر اس سے زیادہ نہیں کر سکتا کہ وہ بھی خود غرضی کو نئی اخلاقیات کا لبادہ پہنا کر اس کی تبلیغ اور نشر واشاعت کرے۔ لیکن آپ ان لوگوں کے بارے میں شاعری نہیں کر سکتے جو محض دولت منداور تنومند ہونا چاہتے ہیں۔

شاعری اپنی دانائی کے ساتھ مرگئی اور آرٹ اپنی تمام تر محسوسات کے ساتھ غائب ہو گیا۔ وہاں کیا جذبات ہوں گے جہاں مقصد صرف یہ گر بتانا ہو کہ آپ کس طرح خوشحال ہو سکتے ہیں اوراس سے بھی زیادہ (مالی طور پر) کامیاب ہو سکتے ہیں جتنے کہ آپ پہلے سے ہی ہیں۔

چنانچہ فنکار باغی ہو گئے اور انہوں نے بیرونی موضوعات کی نمائندگی شروع کر دی جو کہ فوق الفطرت جادوئی سے بھرے ہوئے یورپ کو ختم کرنے لگے اور تھیٹروں کی جگہ ڈرامے نے لے لی۔ جدید سائنس دانوں کا خیال کہ شکسپیئر ڈرامے نہیں لکھ سکتا (ظاہر ہے شکسپیئر کے ڈراموں کا مرکزی خیال تو فہم و فراست ہی تھا) جو ڈرامے انہوں نے تحریر کیے وہ تو بس بے روح اور مردہ تھے چنانچہ نئے ڈرامے ایسا کچھ ساتھ لائے جن کے اندر وہ کچھ تھا جو کہ اسٹیج کے پیچھے اس قابل تھا کہ دیکھا جائے۔ نمائندہ سائنسداں ایک ایسا معزز انسان تھا جس کے اندر زندگی نام کی کوئی چیز نہیں تھی وہ تو محض غمگین اور اکتاہٹ پیدا کر دینے والا تھا۔ چنانچہ کہانیوں اور ادب میں آرٹسٹ کچھ زیادہ دلچسپ چیزوں کی تلاش میں ہوتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ سائنس ہو سکتا ہے کہ صحیح ہو مگر بے روح چنانچہ آرٹسٹوں نے اپنی کہانیوں کا رخ بدقماش لوگوں اور مہم جوئی جیسے موضوعات کی طرف پھیر دیا جو کہ (Picaresque) بدمعاشوں کی مہم پر قسط وار ہوا کرتے

وغیرہ۔اس فنکارانہ بغاوت نے آخرکار رومانوی تحریک (Romantic Movement) کی شکل اٹھارویں صدی کے آغاز پر اختیار کرلی۔

آرٹسٹ دیکھ سکتا تھا کہ انسانی فکر محدود تھی تاہم وہ علوم الٰہیہ کی طرف تو نہ گئے بجائے اس کے انہوں نے سوچا کہ شعور وفکر کی جگہ قلب ودل لے سکتے ہیں۔ شعور وفکر درست تو تھا مگر بے رنگ ورونق! اس لئے ایک سچی زندگی کے لئے بہتر تھا کہ آپ اپنے جذبات واحساسات کی پیروی کریں۔ان کے نزدیک سائنس کو اپنی سرد مہری نے محدود کر دیا تھا اور اس کا حل یہ تھا کہ احساسات گرم جوش ہوں۔

اس طور پر تبدیلی سے رومانوئیت اصل میں سائنس کی ہی پیروی کر رہی تھی اور اس وجہ سے عشقیہ تخیل ایک جھوٹ ہے اگر آپ یاد کریں۔سائنس دانوں نے کہا تھا کہ انسانی ذات فطری طور پر اچھی ہے۔ اگر ایسا ہی تھا تو پھر اعلیٰ ترین انسان تو فطری انسان ہوا جس کو تہذیب نے آلودہ نہ کیا تھا۔ظالم اور باربیرین جو بیابانوں اور جنگلوں میں رہتے تھے ایسے ہی لوگ تھے۔ چنانچہ عمدہ ترین آدمی وہ نوبل باربیرین تھا لیکن وہ نوبل غیر مہذب زیادہ نوبل (مہذب اعلی اقدار والا) تھا کیونکہ وہ دل کی مرضی پر چلتا تھا جس کو تہذیب نے پراگندہ نہیں کیا تھا۔چنانچہ سائنس بذات خود شعور وفکر کی جگہ دل کی مان لینے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

سائنس نے ایک اور طرح سے بھی دل کو صاحب اختیار بنا دیا ہے۔ فزیالوجی کا اس طرف راہ نمائی کرنا ہے کہ سوچا جائے کہ بنی نوع انسان پر حکومت قوت برداشت وتحمل نے کی تھی (اصل میں انہوں نے محض اظہار ناراضگی کو عیاں وظاہر کیا ہے۔تحمل اور برداشت بذات خود ان سب باتوں کا سبب تھا کیونکہ متحمل ہونا خود غرضی وحرص پر مبنی تھا جو کہ ان کے تمام خیالات کی بنیاد تھا۔ یہ خود غرضی یقیناً

مکمل اچھی اور سچی تھی چنانچہ اس اچھے (scientific) آدمی نے اس قوت برداشت کو اپنایا۔ خوش بختی اپنے اندر کے غضب وغصہ کی اطاعت گزار بنی جو کہ یقیناً اپنی ذات اور ذاتی مفادات وخود غرضی کے لیے تھا)۔

پھر تو زندگی کا مقصد یہ تھا کہ زندگی کو اس طرح گزاریں جس طرح اندر کی حرص راہ نمائی کرتی ہے چنانچہ ہم اپنے اس تحمل (اندر کی حرص) کی سنتے ہیں۔ یہ تحمل مزاج اصل میں ہماری خواہشات تھیں اور اس طرح انسانی سمجھ بوجھ پھر سے ہمیں محدود نظر آتی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ آپ کی انسانی سوچ اور فکر کو اندر کی حرص وخواہشات سے بدل دیا گیا ہے۔ روسو (Rousseau) کا خیال تھا کہ خواہش (غیر شعوری ردعمل یا خودسری) بذات خود عطیہ خداوندی ہے، خواہش اللہ کی آواز ہے اور سائنس خود بھی اسی طرح راہ نمائی کرتی ہے کیوں کہ اس کا خیال ہے کہ انسانی ذات کے لئے خواہش کا ہونا بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

اٹھارویں صدی کے دوران خواہشات (Passion) کے متعلق ان کے خیالات نے ایک نئے دین کو پروان چڑھایا اور پیرو کاروں کا اپنا ہی پیغمبر (خواہش دل) تھا جو ان کے ساتھ تھا اگر وہ اپنے اندر کی سادہ آواز سن سکتا۔ انسانی سوچ بہت محدود تھی اور اس کو ضروری تھا کہ دل کی سادگی سے یقیناً یہ ساری بغاوت اس باغی سائنس کے خلاف تھی اور انہوں نے دیکھا کہ نئے دور کے سائنسداں اپنی ذات میں مگن اور مطمئن خنزیر کی طرح ہیں۔

رومانیت پسند تاہم اس بات سے باخبر تھے کہ جدید سائنس دان پر بھی تحمل و بردباری اسی طرح حکومت کرے گا جیسا کہ کسی عام آدمی پر کرسکتا ہے۔ اور اگر (Passion) نے حکومت کی تو یہ سائنسداں برا ہوگا بلکہ بہت ہی برا ہوگا۔ چنانچہ سائنسدانوں کے بارے میں ناقابل اعتبار ہونے کا اعتقاد پیدا ہونے لگا۔

میری شیلے (Mary Shelly) نے اپنے ان خدشات کا اظہار ڈاکٹر فرینٹس ٹین (Dr. Frantnstein) کے بارے میں کیا ہے کہ وہ ایک بدقماش سائنسداں تھا جس نے جرائم کو پیدا کیا۔ سائنس کو اس وجہ سے محدود تصور کیا گیا اور دل اور جذبات کو فوقیت کی نظر سے دیکھا گیا۔ سائنس بذات خود ایسے نظریات کی راہنمائی کر رہی تھی۔ پھر سائنس کے متعلق تمام امیدوں کو پرکھا گیا اور اس کو جھوٹ پر مبنی پایا۔

فرانس میں 1789ء میں انقلاب برپا ہوا جس کو سائنس کی فتح تصور کیا گیا۔ اور یہ مکمل ناکامی تھی بجائے اس کے کہ باہمی اعتماد کے نئے دور کا آغاز ہوتا اس کا اختتام بڑے پیمانے پر قتال اور پورے یورپ میں جنگ کے ساتھ ہوا۔ اگر اسی کو انسانی سوچ اور فکر (Human Reason) کہتے ہیں تو پھر کہیں ضرور کچھ غلط تھا۔ اس ناکامی نے رومانویت کے نظریہ کی طاقت کو بڑھوتی دی۔ جس کا ذکر ہم پہلے اوپر کر آئے ہیں۔ اس نے اس کوشش میں مدد دی کہ انسانی شعور وفکر (Human Reason) کے بارے میں دوبارہ اس کی وضاحت کی جائے۔ جرمن فلاسفر (Hegel) کا خیال تھا کہ انسانی سوچ وفکر کا نظریہ جو کہ لوگوں نے سمجھا ہے جیسا کہ (Voltaire) یہ محدود اور یکطرفہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اسے نئے طرح کے (Human Reason) سے تبدیل کیا جا سکتا ہے جس کو اس نے (Dialectical Reason) یعنی وہ سوچ وفکر جو سچ کو تلاش کر سکے۔ یہ نظریہ زیادہ شفاف اور تسلی بخش تھا اور جس کی (Reason of Voltaire) کی طرح کوئی حد بندی نہیں تھی۔ ہیگل بہت ہی مشکل لکھنے والا ہے جس کو سمجھا جا سکے۔ اور بہت سوں کا خیال ہے کہ اس کا یہ برقی فکر وسوچ کا نظریہ محض فضول ہے اور جس کو بڑے لفظوں کے ساتھ تبدیل کیا

گیا ہے۔لیکن (Hegel) کی کوشش تھی کہ ان حقائق کے ساتھ تعاون کر سکے کہ سائنس صاف ایک نامکمل (علم) ہے۔ ہیگل کی یقینی غلطی یہ تھی کہ وہ علوم غیبیہ کی طرف نہیں آنا چاہتا تھا۔تاہم ہیگل کا بنیادی اثر یہ ہوا کہ اس نے مارکسزم (Marxism) کو جنم دیا۔ مارکس کے لئے کیوں کہ مارکس Marx خاص طور پر ہیگل کے برتی سوچ اور فکر (Dialectric Reason) سے متاثر ہوا چنانچہ مارکسزم ایک کوشش تھی کہ اس مسئلہ کو حل کیا جائے کہ سائنس محدود ہے۔

مارکسزم بھی ابھرا کیوں کہ اس کا ایک اور سائنٹیفک پروجیکٹ مارکیٹ کے اندر ناکام ہو چکا تھا۔ اگر آپکو یاد ہو لوگوں نے اس پر بحث کی کہ منظم خود غرضی سب کو مطمئن کر سکتی ہے۔جس کو آدم سمتھ نے پسند کیا تھا۔ جیسے ہی آدم سمتھ کی مارکیٹ کا بھرپور تعارف ہوا۔انیسویں صدی کے نصف میں تو اس کا نتیجہ یا انجام یہ ہوا کہ بڑے پیمانے پر غربت پھیلی اور سرمایہ داری (Capitalism) کی وجہ سے معاشی انتشار پیدا ہوا۔ معاشی ردہم کا خواب بڑے پیمانے پر مندی، غربت، بیماری اور بے روزگاری کی وجہ سے شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ چنانچہ مارکسزم نے دیکھ لیا کہ انسانی سوچ محدود ہے۔جس کو مارکیٹ کی وجہ سے محدود کر دیا گیا۔ مارکسزم نے وعدہ کیا تھا کہ وہ یہ حقوق منظم سوشلزم (Scientific Socialism) کے ذریعہ حاصل کرے گا۔ایک نئے قسم کی اعلیٰ سائنس جو پیش کرے گی صحیح خوشحال سوسائٹی جو کہ نہ ختم ہونے والی ترقی اور عروج ہو گا۔ یہ آدم سمتھ صاحب کا وعدہ تھا۔

جبکہ رومانیت کی تحریک کی کوشش تھی کہ سائنس کو دوبارہ دل اور اندرونی جذبات کی طرف لوٹا دیا جائے۔ مارکسزم (سائنس) کو اور زیادہ تحریص (خواہشات) شدہ سائنٹیفک منصوبوں کی طرف ڈھکیل رہا تھا بلکہ مزید حریصانہ انسانی سوچ و فکر کے دعویٰ کے ساتھ جسے ہیگل اور مارکس نے بہتر بنایا تھا۔

بیسویں صدی میں مارکیسوں کے یہ تمام خواب ناکام ہوئے جس سے بہت

سی تباہیاں کمیونزم نے تجربہ کیں اور آخر کار گورباچوف کے دور میں ہر چیز کا
دھڑن تختہ ہو گیا اور یہ مارکیٹ کی ناکامی جو کہ مارکسزم کے ہر میتھڈ اور طریقہ کار پر
لمبی چوڑی بحثوں کا نتیجہ تھا۔ یقیناً مارکسزم ناکام رہا۔ برقیاتی نظریہ کا تعین احمقانہ
تھا اور اس کا سائنس کے ساتھ ربط محض جھوٹ تھا۔ سائنس کا سوسائٹی کے متعلق
بنیادی خیال مسترد ہو گیا۔ یہ سب کچھ جب ہو رہا تھا تو یقیناً بعض لوگوں نے یہ
کوشش کی کہ مغرب کو دوبارہ الہامی علوم کی طرف لوٹا دیا جائے۔ انقلاب فرانس
کے دوران اور بعد میں لوگوں نے Demaistra کو پسند کیا۔ فرانسیسی مفکر کہہ
رہے تھے کہ سائنس بذات خود محدود ہے اور انسانی افکار کو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ
ہدایت کی ضرورت ہے لیکن یہ یورپی مذہبی مفکرین ہمیشہ دباؤ والوں
(Tyrants) کے ساتھ متعلق رہے۔ جیسا کہ روسیوں کا ٹسر۔ Tasr اور یہ
صرف لوگوں کو کیتھولزم کی طرف دعوت دے رہے تھے جو کہ اپنی برائیوں کی
اصلاح نہیں کر رہا تھا جس کی وجہ سے لوگ ابتدائی طور پر مذہب کو چھوڑ کر سائنس
کی طرف رجوع کر رہے تھے۔

انیسویں صدی کے آخر میں سائنس بذات خود بہت گہرے بحران کا شکار ہو
کر رہ گئی۔ اس کو عام طور پر Einstein کے نام سے سمیٹا گیا ہے۔ نیوٹن کی
قدیم سائنس کو اب سائنسدانوں نے خود مسترد کر دیا ہے۔ جسم یا وجود
(Matter) کا نظریہ بذات خود ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ جب سائنسدانوں نے ایٹم
(Atom) اور اس کے جزیات کو دریافت کیا اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کا
سائنس پر سے یقین اٹھ گیا۔ سائنسدانوں نے جیسا کہ ارنسٹ میچ
(Ernstmach) نے خود ہی نئی فلاسفی دیں جس کے مطابق پرانے مادیت
پرست اور ملحدانہ نظریہ سے نجات حاصل ہوئی۔ ان میں سے کچھ سائنسدان دین
کی طرف لوٹ آئے لیکن بہت سوں نے مفکرین کی پیروی کی جیسا کہ

(Frenchman Henri Bergson) جس نے قدیم جبلت یا رویہ (Instinct) کی تھیوری کے جدید نظریہ جس کا Rousseau پر چارک تھا، کی پیروی کی جس کے مطابق زندگی کی بنیاد انسانی شعور یا سائنس پر ہی نہیں ہے بلکہ ارادہ اور غالب آنے کے جذبہ وخواہش پر ہے۔ پہلے ہم نے دیکھا کہ اٹھارویں صدی میں سائنس بذات خود ہی نظریہ انسانی شعور سے دل اور جذبات کے نظریہ کی طرف کس طرح منتقل ہوئی اور انیسویں صدی میں تو یہ سلسلہ اور بھی بہت آگے نکل گیا۔

سائنسدانوں نے کہا ہے کہ رویوں کی بنیاد جذبات پر ہے۔ چنانچہ ڈارون نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ زندگی یا اپنی بقاء وسلامتی کو قائم رکھنے کے لئے جدوجہد کرنا ہے اور مقابلہ کی جدوجہد جس میں مضبوط ہے وہ سلامت رہتا ہے اور باقی سب فنا ہوجاتے ہیں۔ فلسفیوں جیسا کہ Bergson، Nietzsche اور Schopenhaluer نے ڈراون کے اس نظریہ کو بنیاد بنا کر بحث کی کہ زندگی کی بنیاد اس خواہش پر تھی کہ مخالف پر حکومت اور جبر کرنا ہے۔

انسانی جذبات Insntict کو اٹھارہویں صدی میں خالص اور معزز گردانا گیا۔ اب ان جذبات نے شیطانی خواہش کی صورت اختیار کرلی کہ وہ صاحب قوت واختیار ہو۔ جدید نسلی امتیاز کی تھیوری نے غالب آنے اور مقتدر ہونے کے جذبہ کو بڑھاوا دیا۔ ایسا لگتا تھا کہ تمام لوگ اپنی نسلی بقاء کی جدوجہد کے دائرہ میں محبوس ہوکر رہ گئے جس میں ایک نسل یا قبیلہ دوسری نسل کو تباہ کر رہا تھا یا ان پر غالب آنا چاہتا تھا۔ اگر وہ بذات خود زیردست یا تباہ وبرباد نہ ہوا ہوتا۔

انسانی اذہان کا تجربہ کرنے والوں (فزیالوجسٹ) نے اس تصور میں مزید اضافہ کیا کہ بنی نوع انسان کو ایسی قوت راہنمائی کرتی ہے جس سے وہ آگاہ نہیں ہیں، جو کہ باغی اور یہاں تک کہ قتل کردینے والی ہے۔ بہت سی تھیوریز (وضع

کردہ اصول) میں ایک بہت ہی معروف و مشہور تھیوری (Sigmund Freud) ہے جس کا کہنا ہے کہ ہم سب غیر شعوری جذبات کے شکنجے میں ہیں جیسا کہ جذباتی غلبہ "Oedipus Complex" جو کہ خود اپنے باپ تک کو قتل کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔

حتمی نتیجہ ان آئیڈیاز کا فاشسزم Fascism اور نازی ازم Nazism تھا۔ انسانی افہام اور سائنس کو اس سے چھٹکارا ملا لیکن اس کی جگہ الہامی علوم Prophecy نہ لے سکے۔ اس کے بدلے میں اعلیٰ دانائی بذات خود پاگل پن تھا۔ ہٹلر نے ہمیں ہدایت دی کہ اپنے خون سے سوچو ہم نہیں سوچتے بلکہ محض آزاد کردیتے ہیں۔ نفرت اور پاگل پن کو اپنے اندر ہی اور ان تمام خواہشات کو کھلا چھوڑ دیتے ہیں جو فتح کرنے اور غلام بنانے کی ہیں۔ نازیوں Nietzsche کے نزدیک مستقل تو سپر مین یعنی طاقتور کا ہے جو کہ تمام تر خدا ترسی اور نرمی سے بالاتر ہے اور محض اس لئے رہتا ہے کہ وہ تباہی و بربادی کرے اور محکوم بنائے۔ اس وقت ہم الہامی علوم سے سفر کر کے اتنا دور نکل چکے ہیں جتنا کہ ممکن تھا۔ خدائی علوم کو چھٹکارا ملا یا ان کو مکمل چھوڑ دیا گیا اور پھر اس کی جگہ انسانی سوچ اور سائنس نے لی پھر دل اور جذبات، مارکسزم اور اب خود پاگل پن نے لے لی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ فاشسزم اور نازی ازم مکمل تباہی کے ساتھ اپنے انجام کو پہنچا اور لاکھوں کروڑوں لوگوں کی جانوں کی موت اور دنیا کو کھنڈرات میں تبدیل کر گیا۔ دین اور قدرت الہیہ یعنی اللہ کی طرف کا الہٰی علم اور نور کو علیحدہ کردیں تو آخر کار آپ کا خاتمہ محض ایک دیوانے اور پاگل کی طرح ہوگا۔ روس کے مفکر Dostoevsky نے اسکو صاف دیکھا اور اپنے دور کے سائنسدانوں پر ہنسا اور ان کو کہتا تھا کہ کیا بنی نوع انسان کبھی بھی منصف مزاج رہا ہے۔ مفکر Dostoevsky انسانوں کی برائیوں اور خرافات کو جانتا تھا جس کی کبھی بھی

اصلاح نہیں ہو سکتی تھی کہ ان لوگوں کی زندگیوں کے لئے جو کہ تو مند اور مطمئن زندگی گزار رہے تھے جیسا کہ Voltaire مفکر Tolstoy نے زیادہ بہتر طور پر سائنس کی تنگ دامانی کا مشاہدہ کیا جب اس نے یہ کہا کہ سائنس کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیوں کہ وہ یہ راہنمائی نہیں کرتی کہ کیا کرنا ہے اور کس طرح رہنا ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ علم جو وحی سے اللہ کے رسولوں تک اور پھر انسانوں کو ملتا ہے صرف وہ راہنمائی کر سکتا ہے اور باقی تمام متبادل راستے جیسا کہ اندرونی خواہش یا حس راہنمائی کرنے میں ناکام رہے سوائے اس کے کہ اس سے تباہی ہوئی ہے۔

1945ء میں فاشسزم کی ناکامی کے بعد ہم نے دیکھا کہ مغرب والے انسانی شعور و سمجھ کی تھیوری کی طرف پلٹے اور پھر اس کو تھیچرازم کی طرف موڑ دیا جب کہ اس دور میں مارکسزم اور سوشلزم کا خاتمہ ہو رہا تھا۔ چنانچہ انسانی شعور فکر اور سائنس کی زیادہ عرصہ شہرت برقرار نہ رہ سکی اور ابدی اور ہمیشگی کا تصور ترقی بلکہ محض ترقی کا تصور بھی ختم ہو کر رہ گیا۔ یہ آئیڈیا کہ سائنسی تحقیقات نے معلومات کی ترقی کو آگے بڑھایا ہے کو اب تھامس ایس کوہن (Thomas -s- Kuhn) نے Massachusetts Institute of Technology میں چیلنج کر دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ سائنسی فکر و تھیوریز ایک دوسرے کو تبدیل کرتی رہتی ہیں جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے چنانچہ قطعی طور پر ایک دوسرے سے بہتر نہیں ہیں اور وہ کسی طرح بھی ترقی کو ظاہر نہیں کر رہی ہیں اور اس نے اپنے خیالات کو نئی تھیوریز جو کہ ماڈرن سائنس نے پیش کی تھیں کے مطالعے کے ساتھ ترقی دی۔ کوپرنیکس Copernicus اور گیلیلیو Galileo نے ساتھ مل کر کہا کہ سورج مرکز تھا جس کے گرد زمین گردش کرتی نہ کہ زمین مرکز ہو جس کے گرد سورج گردش کرے۔ ارسطو ٹولین

Aristotelian طریقہ شاید اتنا برا نہیں تھا جتنا کہ نیوٹن (Newton) کا۔
ہم جدید دور میں بکھری ہوئی ناکام تھیوریز کے درمیان رہ رہے ہیں اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ سوچنے کا کونسا صحیح طریقہ ہے۔ انسانی سوچ وفکر، حس، دل، ارادہ، برقی تصور علم یا خواہش جو حصول قوت چاہتی ہے یا یہ سب کچھ ناکام ہو چکا ہے۔ سابقہ تین صدیوں سے یہ لوگ اس تگ ودو میں تھے کہ Prophecy (علوم الٰہیہ) کی جگہ اس سے کوئی بہتر نظریہ پیش کیا جائے۔ ان کی تمام کوششیں ناکام ہوئیں اور پروفیسی یعنی الہامی علوم باقی رہے۔

اس صورت میں ثابت ہوا کہ اسلام ایک سچا دین ہے۔ انسانی سوچ وفکر کا نظریہ ہو یا سائنس اور باقی تمام نظریات جو دیکھنے میں اچھے لگتے ہوں اور محدود طور پر درست بھی ہوں لیکن بہر کیف محدود ہی ہیں۔ مسلمانوں کو یہ باور کر لینا چاہئے کہ سائنس محض محدود ہے اور ان کو الہامی علم یعنی کتاب وسنت کی طرف لوٹ آنا چاہئے۔ مسلمانوں کے تمام فرقے جو اپنے نظریات کی بنیاد سائنس کی پرستش پر رکھتے ہیں جیسا کہ اسلامی جدت پسندوں اور بنیاد پرستوں کو سائنس کی عبادت کو چھوڑ دینا چاہئے اور کتاب وسنت کی طرف لوٹ آنا چاہئے۔ اور کتاب وسنت کی پیروی آپ اہل سنت میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ ہمارا بنیادی مقصد بہر صورت یہ ہونا چاہئے کہ ہمیں پیغمبر اسلام ﷺ کی حکمت ودانائی کو دوبارہ سے بحال کرنا ہے۔

یہ مقصد حیات حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تھا اور یہی نظریہ تمام اسلامیان اہل سنت کا ہونا چاہئے۔ تاریخ ثابت کرتی ہے کہ جدید سائنس محض محدود ہے اور ان حد بندیوں پر حاوی ہونا بہت ہی آسان ہے وہ یہ کہ اپنے پیارے اور حسین پیغمبر حضرت محمد ﷺ سے محبت اور ان کی پیروی کی جائے۔

باب سوم

مسلم دنیا اور سائنسی حدود

اس کتاب میں ہم نے پہلے ہی کئی ایک طریقوں سے مشاہدہ کیا ہے کہ سائنس محدود ہے اور خیال ہے کہ محدود ہی رہے گی اور یہ حد بندیاں ہمیشہ آخر میں بڑی تباہیوں کی صورت میں ظاہر ہوئی ہیں جیسا کہ فرانس اور روس کے انقلابات، لیکن اس کتاب کا بنیادی مقصد اسلام اور مسلمانوں کے متعلق ہے چنانچہ اس باب کا مقصد سائنس کی حد بندیوں کو اس کے نتائج کے حوالے سے دیکھتے ہوئے ظاہر کرنا ہے جو کہ مسلم دنیا میں سائنس اور اس کے پیروکاروں نے پیش کئے ہیں کے حوالے دیکھتے ہوئے ظاہر کرنا ہے۔

مسلم دنیا میں یقیناً سائنس کی وجہ سے بہت بڑی تباہی مسلم دنیا کے ان حصوں میں آئی جہاں براہ راست کیمونسٹ حکومتیں تھیں۔ اس بات کی کسی کو ضرورت نہیں ہے کہ چائنا اور روس میں بڑے پیمانے پر انسانی جانوں کے قتال کا بتایا جائے۔ ایسے ہی المیے جس کی وجہ سے مرکزی ایشیاء کی انسانی معاشرت کو مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ ان لوگوں کی وجہ سے ہوا جن کو سائنس میں کوئی ایسی غلط بات نظر نہیں آتی۔ اس باب کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہم خاص طور پر ان مصائب پر غور کریں جو مسلمانوں پر ان مسلمانوں کی وجہ سے آئے ہیں جو سائنس کی اتباع کرتے تھے اور بعض مسلمان بہت زبردست سائنس کے حمائتی رہے ہیں۔ اور جیسا کہ سر سید احمد خاں اور محمد عبدہ جن کا خیال تھا کہ سائنس ایک قسم کا نیا قرآن ہے اور سارے اسلام کو (اس تحریک کے دوران جو کہ جدید اسلام کے نام سے جانی گئی اس میں فٹ کرنے کے لئے تبدیل کر دیا)۔

لوگ جیسا کہ مودودی اور خمینی انہوں نے بہت قریب سے اس کو نقل کیا اور مغرب کی جدید "سائنٹیفک تحاریک" کی پیروی کی جو کہ بنیادی طور پر کمیونزم اور فاشزم تھا بغیر یہ جانے کہ وہ اس کی پیروی کر رہے ہیں، وہ اس تصور کے زیر اثر آگئے کہ تمام سائنس ایک لحاظ سے اسلامی ہی ہے اور یقیناً سیکولر جیسا کہ اتاترک یا پاکستان کے ایوب خاں سائنس کی بالا دستی کی بنیاد پر اس کو حق ثابت کرتے رہے جو کچھ انہوں نے کیا اور اسلام کو موجودہ سائنس سے ہم آہنگ کرنے چل نکلے حتیٰ کہ آج بھی مسلمان جو کچھ سائنس نے کیا اور کہا ہے اس کے زبردست اور مکمل مدح سرائی کرنے والے ہیں جو کچھ سائنس نے کیا ہے اور کہتے ہیں یہ عام طور پر مسلمانوں سے سنو گے کہ وہ سائنس کی طرف رجوع کرتے ہیں اس طور پر جیسا کہ بعض اہل مغرب مزید رجوع کریں گے۔

مسلم دنیا میں سائنس نے جو تباہیاں کی ہیں وہ بہت سی ہیں اور بہت بڑی ہیں۔ سب سے پہلے بس یقینی طور پر یہ ہے کہ مسلم دنیا کے لوگ پورے طور پر پریکٹیکل لوگ نہیں ہیں جس کی وجہ سے سائنٹفک اسکیمیں ناکام رہی ہیں۔ کرنل قذافی جیسے احمقوں نے اربوں روپے احمقانہ منصوبوں پر لگا دیئے تاکہ وہ سائنسی عجائبات تعمیر کریں جیسا کہ انسانوں کے بنائے ہوئے دریا جو کہ بیابانوں کا پانی استعمال کریں جن کو تبدیل کرنے کی حاجت نہیں رہے گی۔ ان کے نتائج کے بارے میں کوئی بھی پیشن گوئی نہیں کر سکتا۔ شاہ ایران اور اسی طرح کے مسلم دنیا کے کئی ایک فرمانروا جن کا خیال تھا کہ بطور سائنس کے پیرو اور اس کے طاعت گزار کے۔ کہ ان کی اپنی صنعت ہو چنانچہ تمام بہت بڑے سائنسی پراجیکٹس بنا کر وہ اپنے آپ کو مقبول عام کر سکتے ہیں۔ نامناسب طریقوں سے نقصان دہ پلانٹ اور فیکٹریاں لگائی گئیں جو کہ یوم اول سے ہی بوجھ ثابت ہوئیں۔

آج بجائے اس کے کہ یہ سائنٹفک اور جدید ہوتے مسلم ممالک محض ایک

مزاج (تمسخر) بن کررہ گئے ہیں۔ گویہ سائنس کی پوجا کررہے ہیں اوراتنی بے تکی
تعمیرات کی ہیں کہ محض ٹیلیفون تک کام نہیں کرتے اور ہروقت بجلی کی ترسیل میں
خلل واقع ہوتا ہے اوران کی جدید انڈسٹری مایوسی کی حد تک فرسودہ اوراپنی عمر
پوری کرچکی ہے اورسب کا سبب محض (آنکھیں بند کرکے) سائنس کے پیچھے
دوڑنا ہے یہ سمجھے بغیر کہ اس سے فائدہ حاصل کرنا کس قدر دشوار ہے اوراس سے
بہت بڑا نقصان اٹھانا کس قدر آسان ہے۔سائنس کا اعلیٰ ترین تمسخر عراق کا
صدام حسین ہے جس نے ملک کی دولت اسلحہ پر ضائع کی جوکہ آخر کارنا کارہ اور
ناقابل عمل ثابت ہوئے اور نتیجہ ملک کو (امریکہ کے ہاتھوں) بمباری سے چٹیل
میدان میں بدل دیا۔

دوسری بات کہ سائنس کی طرف سے حقیقی تباہی جواس مسلم دنیا کی طرف
آرہی ہے وہ یہ ہے کہ ہرجگہ آمریت پر مبنی حکومتیں قائم ہوگئی ہیں۔سائنس
ناانصافی کی طرف ڈھکیلتی ہیں تاوقتیکہ اس پر بڑی کڑی نظر رکھی جائے۔اس نے
ایسا ہی کیا ہے کیونکہ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ درست معلومات دیتی ہے ایک حکومت
جوسائنٹفک ہونے کا دعویٰ کرسکتی ہے کہ سائنسدان ہرکسی سے بہتر جانتے ہیں کہ
ملک کوکس طرح چلانا ہے۔ چنانچہ اس وجہ سے حکومت مکمل تابعداری کا دعویٰ
کرتی ہے (یا تقاضا کرتی ہے) اورکسی بھی قسم کی تنقید کی اجازت نہیں دیتی۔
کمیونسٹ طائفہ نے بھی اسی طرح کے خیالات کا اظہار کیا کہ نظریہ مارکسزم،
ماسٹر سائنس اورکوئی حکومت جومکمل دانائی کا دعویٰ کرتی ہے وہ مبنی برآمریت اور
ناانصافی ہے۔ اسلامی دنیا میں سائنس نے براہ راست آمریت وناانصافی کی
طرف راہنمائی کی۔ اسلامی جدت پسند جیسا کہ محمد عبدہ کا خیال تھا کہ عام مسلمان
سائنٹیفک نہیں تھے یہی وجہ تھی کی اس نے عام انتخابات یا آزادیٔ رائے کی نفی
کی۔ انتخابات سائنس کے راستہ میں بڑی رکاوٹ ہوسکتے تھے۔لوگوں کی بڑی

تعداد کو ان سائنس کے پجاریوں نے مایوسی کا شکار کیا جیسا کہ شہنشاہ ایران وغیرہ۔ عوام تو محض احمقوں کا گروہ تھا جس کو ڈھکیلا گیا اور خفیہ پولیس کے ہاتھوں اس کو ماڈرن سائنس کا ایندھن بنا دیا گیا۔ مسلمان عورت مثال کے طور پر جو کہ بے پردہ اور سستی نہیں ہونا چاہتی تھی کو مجبور کر دیا گیا ہے کہ برقعہ اتار دے کیونکہ مسلمان عورتوں کو شاہ کے سائنٹفیک نالج (علوم) کا ادراک نہیں تھا۔

مسلم دنیا میں سائنس کے آنے سے پہلے علماء و اولیاء (صوفیاء) آزادی کو نعمت متعارف کروا چکے تھے۔ انہوں نے حکومتوں کو خلاف شریعت اور ہر اس کام سے جو اسلامی آزادی کے خلاف تھا روکے رکھا۔ صوفی ازم نے معاشرے میں وہ جگہ بنالی تھی جو حکومتوں کے تسلط سے باہر تھی اور لوگ آزاد تھے۔ جب ساتھ ہی سائنس داخل ہوئی تو اس نے علماء و اولیاء کرام کی ہنسی اڑائی کہ یہ محض نان سائنٹفک (طریق پر) ہیں اور ان کو دبا دیا گیا۔ نتیجہ مسلم دنیا میں حکومتوں پر ان کی وجہ سے جو دباؤ تھا وہ ختم ہو کر رہ گیا اور آخر کار نتیجہ نہ رکھنے والی آمریت اور جبر نے جگہ لے لی۔ اسلامی قانون یعنی شریعت کو لپیٹ کر ایک طرف کر دیا گیا کہ یہ سائنٹفک نہیں ہے۔ قانون اور قانون کی حکمرانی آزادی انسانیت ہے۔ آزادی سلب ہو گئی جب شہنشاہ ایران، لیبیا کے قذافی اور ترکی کے اتاترک جیسے احمقوں نے شریعت کو تباہ کر دیا اور یہ سب کچھ شریعت کو سائنٹفک بنانے کے نام پر کیا گیا۔

یہ آمریت جو کہ سائنس ہے اور اب تک چل رہی ہے اور جدید دور کے بنیاد پرست لوگوں کی تحریکات جیسا کہ حسن البناء Hassan Al Banan اور مودودی نے اسے یورپین فاشسزم اور کمیونزم کی نقل کر کے مزید ابتر کر دیا۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ اسلامی ریاستیں قائم کریں لیکن اس میں علماء کرام، اولیاء عظام یا اصل شریعت کے چاروں آئمہ کے مذاہب کی کوئی گنجائش نہ ہو اس کے

برعکس محض آمریت ہو جو کہ سائنس کی تصدیق شدہ ہو۔ مودودی کے مطابق معاشرے کی کنجی سائنٹیفک ماہرین ہیں اور اس کا ارادہ تھا کہ ان کو مسلمانوں کا کارمختار بنایا جائے۔ سائنس آزادی کو ختم کرتی ہے۔ محمد عبدہٗ نے نیوٹن کے نام پر آزادی کو قتل کیا۔ اب بنیاد پرست آزادی کو لیفٹ پارٹی کے تحت ختم کر رہے ہیں۔

سوم یہ کہ سائنس کی اطاعت کی وجہ سے اسلام کو داغدار کر دیا گیا۔ تمام اسلامی روایات کو ماڈرن اسلام کے چکر میں ختم کر دیا گیا۔ لیکن خاص طور پر اسلام کو کرپٹ کیا گیا اور اس کو وھابی ازم کی طرف موڑ دیا گیا۔ وہابی ازم حصول قوت کے لئے ایک مقابلہ ہے اور اس کی بنیاد پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظیم شخصیت کو بے توقیر کرنا اور علماء کرام اور اولیاء عظام کے مقام و مرتبہ کو گراتا ہے اور شیطانی سائنس بھی یہی چاہتی ہے کہ یہ کچھ ہو گزرے۔ چنانچہ سائنس کی باوجہ پیروی وہابی ازم کو فٹ بیٹھتی ہے خاص کر صوفی ازم (طریقت) اور اس کے روحانی اوراد و وظائف ان کا نشانہ ہیں اور اس سے نجات چاہتے ہیں۔ یہ لوٹ کھسوٹ، بدمعاشی اور وہابی اسلام سوائے جبر و آمریت کے کچھ نہیں ہے۔

چھارم : اس طرح سائنس کی اندھی تقلید نے مسلمانوں کو اپنے ماضی سے کاٹ کر جدا کر دیا ہے۔ اسلام کی عالی شان تاریخ اور ثقافت کو فضول چیز سمجھ کر ختم کر دیا گیا ہے نتیجۂ مسلم دنیا دانستہ طور پر تباہی کا شکار ہے۔ آج مسلم ممالک پراپیگنڈہ، جدید تعمیرات اور یورپ کی ہر قسم کی حماقتوں سے بھرا پڑا ہے اور اس کی قیمتی ثقافت کو سائنس کے نام پر تباہ کر دیا گیا ہے۔

پنجم: سائنس تو بے رحم ہے اور مسلم دنیا بے رحمی سے بھری پڑی ہے۔ رنگ و نسل سائنٹفک ہے اور مسلم ممالک نہایت درجے کی نفرت، بے رحمی اور نسلی اذیت کا شکار ہیں۔ کردوں کو جانوروں کی طرح ذبح کیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ

ترکوں نے احمق اتاترک کی قوم پرستی کی تحریک کے تحت کیا ہے۔ گلف میں عرب امراء نے پاکستانیوں کے ساتھ جو روزگار کے لئے وہاں گئے تھے اپنے عرب نسلی بالاتری کا رویہ اختیار رکھا۔ الجیریا میں بربرز کو FIS نے اقتدار میں آتے ہی خوف زدہ کرنا شروع کردیا کیوں کہ FIS عرب قوم پرست ہیں اور انہیں باربرز پر عربی زبان لاگو کرنی ہے۔ سوشلزم سائنٹفک ہے اور مسلم دنیا نفرت سے بھرے ظالم سوشلسٹ گروہوں سے بھری پڑی ہے جیسا کی شام، لیبیا اور عراق ان سب نے یورپ کے سائنٹفک سوشلسٹ نظریات کی نقل کی ہے۔

ششم: سائنس نے عورت کی زندگی کو ناقابل برداشت بنادیا ہے۔ یورپی فکر کے سائنسدانوں کی خواہش ہے کہ یورپی طریقہ مانع حمل کو مسلم عورتوں پر نافذ کردیا جائے اور ان کے ساتھ جیسے چراگاہ میں موجود چوپایوں کو لائن میں کھڑا کر کے انجکشن دیئے جاتے ہیں کی طرح کا سلوک کیا جائے۔ بنیاد پرست اصل میں جبراً فاشسزم اور کیمونسٹ خیالات جو کہ عورتوں کی زندگی کے بارے میں ہیں کو نافذ کردینا چاہتے ہیں اور حوالہ مغربی سائنسدانوں کا دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنے احمقانہ خیالات کو درست ثابت کرسکیں۔ سائنس تو عفو درگزر سے عاری ہے جب کہ عورت کو عفو و درگزر اور رحمت کی ضرورت ہے۔

یقیناً ابھی اور کتنے ہی حقائق ہیں جن کی تفصیلات کو اس میں شامل کیا جاسکتا ہے لیکن تصویر بالکل واضح ہے۔ مسلمانوں نے سائنس کی پیروی کی اور وہ سب کچھ جو اس سے جنم لے چکا ہے جیسا کہ سوسائٹیز جو کہ قوت نافذ رکھتی ہیں دباؤ والی ہیں لیکن مکمل ناقابل مدد، نااہل، سیاسی طور پر کمزور اور مایوسی کی حد تک نااہل ہیں اور یہ براہ راست نتیجہ ہے سائنس کی اندھی تقلید اور اطاعت کا۔

یقیناً مسلم دنیا کے قائدین کا خیال ہے یہ سب کچھ غلط ہوا ہے اور اس کی اصلاح ہوسکتی ہے وہ اس طرح کہ صرف کوئی نئی اور بہتر سائنس اس کے متبادل

میسر ہو جائے لیکن مغرب بذات خود جیسا کہ باب دوم میں واضح کیا ہے کہ وہ مسلسل کوشش میں ہے کہ سائنس میں ریفارمز (بہتر تبدیلی) ہو لیکن تا حال اس میں ناکامی جاری ہے۔ تھیچرازم جو کہ اہل مغرب کا جدید ترین سائنٹفک پلان ہے وہ مغرب میں ناکام ہو چکا ہے قبل اس کے کہ اس کو مسلم دنیا میں آزمایا جاتا ہے۔

اگر مسلم دنیا کی حکومتوں نے اسی طرح اس کو جاری رکھا تو نتیجہ وہ اپنے آپ کو کمزور کرلیں گی اور مکمل تباہی ہو جائے گی۔ اس کا سبب بہت سادہ سا ہے کہ اگر حکومتیں اپنے آپ سے محض یہ دعویٰ کرتی رہیں گی کہ وہ سائنٹیفک بنیادوں پر ہیں اور پھر اگر سائنس ناکام ہو جاتی ہے تو حکومت کے لئے وہ تمام ساری عزت خود بخود غارت ہو جائے گی۔ کسی کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ خواہ مخواہ دوسرے کی تابعداری کرے جو کہ تابعداری کو اپنی کامیابی تصور کرتا ہے اور خود ہر دفعہ ناکام رہتا ہے۔ الجیریا کے یہی اصل مسائل ہیں جہاں سوشلسٹ حکومت وفادار اور مطیع ہونے کا کہتی ہے تاکہ سوشلسٹ جنت آسکے۔ اور کیا آیا ہے یہی غریب اور بڑی تعداد میں بے روزگاری مسلمانوں نے سائنس کی پیروی کی چنانچہ مسلمانوں کو مکمل ناکامی کا سامنا ہے۔

یہاں سائنس کامیاب ہو سکتی ہے اگر وہ علم وحی رسول کریم ﷺ کی معرفت قرآن کی صورت میں موجود ہے کو اپنا راہ نما بنالے۔ انسانی علم و عقل و شعور اگر اپنے دائرہ کے اندر رہے تو درست ہے لیکن پیغمبرانہ فراست ہی ہر حال میں انسانی فطری شعور کا راہ نما ہونا چاہئے۔ یہ یقین رکھیں کہ انسانی شعور بہت اونچی پرواز نہیں کرسکتا۔ چنانچہ مسلم دنیا کے مسائل کا حل محض یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ کتاب وحکمت والے علوم کی طرف لوٹ آئیں یعنی سچے اسلام کی طرف لوٹ آنا جو کہ اہل سنت کا اسلام ہے۔ اہل سنت وجماعت کی تعبیر والا اسلام ہی مسلمانوں کو اپنی آزادی لوٹا سکتا ہے اور اس کو خوبصورت معاشرت کی طرف

لاسکتا ہے جو علماء کرام اور اولیاء عظام کی راہنمائی میں ہوگی۔ سنی اسلام ہی وہابی ازم کی بیخ کنی کرسکتا ہے اور اسلام کی خوبصورت روحانیت واپس لوٹا سکتا ہے۔ اہل سنت والجماعت کی تعبیر والا اسلام ہی مسلمانوں کو اسلام کے شاندار ماضی کے ساتھ جوڑ سکتا ہے۔ سنی اسلام ہی مسلمانوں میں دوبارہ مہر و محبت کو لوٹا سکتا ہے، اور قومیت، نسل پرستی، گستاخی اور سوشلسٹ نظام کی بربریت اور ناانصافی کو ختم کرسکتا ہے اور مسلمان خواتین دیکھیں گی کہ سنی اسلام کے سائے میں بھلائی اور شفقت کس طرح میسر آسکتی ہے۔ سنی اسلام ہی ہمارے سیاسی نظام کو مضبوط کر سکتا ہے اور معاشی خوشحالی دے سکتا ہے اور اس کی طرف راستہ بہت آسان ہے۔ سب سے اول مسلمانوں کو بڑی گہرائی سے سائنس کی محدودیت پر غور و فکر کرنی چاہئے۔ ہماری اس مختصر تحریر نے اس بہت بڑے بنیادی اور مشکل موضوع کے محض کنارے کو چھوا ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اس موضوع کو مکمل پڑھیں اور اس پھر اس کا مکمل حل پیش کریں۔ دوم یہ کہ مسلمانوں کو دوبارہ بالضرور سنی اسلام کی طرف لوٹ آنا چاہئے۔ مسلمانوں کو خود سے لازماً سنی اسلام کو پڑھنا ہے اور اہل سنت کے چاروں مذاہب (حنفیہ، مالکیہ، حنبلیہ، اور شافعیہ) کا مطالعہ کرنا ہوگا، اور اپنے مسائل کا حل تلاش کرنا ہوگا۔

اور سوم یہ کہ مسلمانوں کو گہرائی سے سوچنا ہوگا فطرت اور اللہ تعالیٰ کی وحی یعنی قرآن و سنت کی عظمت و بالاتری کے بارے میں۔ یہی ہمیشہ سے حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی بنیادی سوچ تھی۔ لیکن ایک چیز بہت واضح ہے کہ مسلمانوں کے کرنے کا کام یہ ہے کہ دوبارہ سے اپنے خوبصورت پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دل کی گہرائیوں سے محبت اور احترام کرنا شروع کردیں۔

☆☆☆
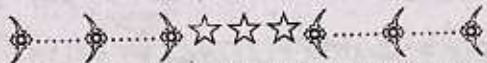
اسلام اور سائنس کے حدود

Islam & Limits of Science

سائنس اور دیگر دنیوی وعقلی علوم کی ایک حد ہے لیکن قرآنی علوم کی کوئی انتہا نہیں اور بے شک قرآن حکیم ہی تمام جائز نقلی اور عقلی علوم وفنون کا سرچشمہ ہے۔

ہمارے اسلاف نے قرآنی اور اسلامی علوم ہی کے توسط سے تمام علوم بشمول سائنس میں تحقیقات وتجربات کے حیرت انگیز کارنامے انجام دئے ہیں۔

دنیا کا ہر علم خطا واقدام کے مرحلے سے گزرتا رہتا ہے لیکن قرآنی علوم خطا اور اقدام سے پاک قطعاً درست اور اٹل ہیں۔ مغربی سائنس دانوں اور دوسرے اسکالروں نے سائنسی، ریاضیاتی و دیگر علوم میں ترقی کی جو منزلیں طے کی ہیں وہ ہمارے اسلاف کے علمی کارناموں کا صدقہ ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون نے زیرِ نظر رسالہ ''اسلام اور سائنس کے حدود'' میں سائنس کی محدودیت اور اسلامی والہامی علوم کی برتری پر بہت ہی اچھی روشنی ڈالی ہے نیز سائنس کی تباہ کاریوں کا جائزہ بھی پیش کیا ہے۔ سائنس کی پرستش اور پیروی کرنے والے مسلم سربراہان مملکت اور اسکالروں کی نادانی اور احمقانہ پن پر تاسف کرتے ہوئے صاف لکھ دیا کہ مسلم ممالک آج سائنٹفک اور جدید ہونے کی وجہ سے ایک مذاق بن کر رہ گئے ہیں۔ سائنس کی اندھی تقلید نے مسلمانوں کو روایتی اسلام اور ماضی سے کاٹ دیا ہے اور وہابیت ودہریت کو بجائے ختم کرنے کے انہیں تقویت پہنچا رہے ہیں۔

مسلمان سائنسی علوم ضرور حاصل کریں، تحقیقات وتجربات بھی کریں لیکن اپنے دین سے غافل نہ ہوں اور رحمت خداوندی اور روز جزا کا دھیان رکھیں، وہ سائنسی نظریات کو قرآن وسنت کی کسوٹی پر پرکھ کر ان کی صداقت تسلیم کریں اور ایسا نہ ہو کہ خود اسلامی اصولوں اور نظریوں کو سائنس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔

ضروری ہے کہ سائنس کو دین کا خادم بنا کر اس سے غلبۂ اسلام اور انسانیت کی فلاح وبہبود کا کام لیا جائے۔

-ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

Raza Academy International

138, Northgate Road, Edgeley. Stockport SK3 9NL (England)

Tel. 0161-4771 595, Tele/Fax 0161-2911 390, E-mail : islamictimes@aol.com